تالیفات حکیم الامت تھانوی
@TaleefatHakeemUlUmmatThanvi

قال تعالیٰ

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ الْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ

چون منطوق آیت وجوب اقتدا است با رسول و مضمون حدیث ثبوت نیابت انبیا است برائے علماء فحول پس اقتدائے علماء
عین اقتدا انبیا بودن امرے مسلم باشد نزد ارباب عقول ازیں جہت برخے از عادات جامع کمالات
صوری ومعنوی حکیم الامت مولنا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہم العالی بصورت رسالہ مسمّٰی

معمولات اشرفیہ

مع اضافہ

حلیہ اشرفی

کہ برائے طالبان گوہرے است بہی و برائے مشتاقان بہتر است از درہم و اشرفی تالیف لطیف
مولوی حافظ حکیم محمد مصطفےٰ بجنوری حال مقیم میرٹھ محلہ کرم علی کہ از خلفائے ارشد حضرت مولنا ہستند
بسعی [illegible] احمد [illegible] بجیر مالکان مطبع امداد المطابع تھانہ بھون ہدیہ اصحاب قبول است
باہتمام رفیق احمد ایڈیٹر رسالہ الامداد

محمد حسن

مطبع امداد المطابع تھانہ بھون میں طبع ہوا

حکیم الامت حضرت مولینا مولوی محمد اشرف علی صاحب کے مواعظ

یہ بات روز روشن کی طرح معلوم ہے کہ حضرت مولنا صاحب مدظلہم العالی کے مواعظ و تقریرات کس درجہ مفید ثابت ہوئے ہیں تصانیف تو طبع ہو کر شائع ہوتی ہی ہیں۔ ان مواعظ کا نفع صرف جلسہ ہی کو ہوتا تھا۔ تو ان بے بہا موتیوں کو یہی جی چاہتا تھا کہ سب کو پہنچیں اس لئے کہ وقت جو مضامین حضرت مولنا بیان فرماتے ہیں وہ نہ کسی کتاب کی نقل ہوتا ہے اور نہ کسی کا ترجمہ ہوتا ہے اگر ایسا ہوتا تو کچھ اہتمام کی ضرورت نہ تھی وہ مضامین تو محض منجانب اللہ تعالیٰ کے قلب مبارک پر وارد ہوتے ہیں جو نہایت عجیب و غریب ہوتے ہیں اسلئے اُن کے ضبط کا اہتمام کیا گیا اور بعد ترمیم و نظر ثانی حضرت مدظلہم العالی اُن کو شائع کیا جاتا ہے۔ اس ذخیرہ کا دعوات عبدیت تجویز ہوا ہے جسکی کل دس جلدیں قرار دیگئی ہیں۔ ہر جلد میں (۱۰) دس وعظ ملفوظات [illegible] مواعظ کا کثرت سے دیکھنا بغایت نافع ثابت ہوا ہے۔ کتنی ہی حالت دیکھی ہے کہ ان مواعظ کا مطالعہ کرنیسے بدل گئی اور توجہ اُنکی الی اللہ ہو گئی۔ ان دس جلدوں جلدیں کامل حسب ذیل طبع ہو چکی ہیں اور باقی زیر طبع ہیں مطبع ہذا نے محض عام نفع کیغرض سے دعوات عبدیت کی چھ جلدوں میں (عہ) ایک ثلث قیمت کی رعایت کر دی یعنی بجائے (ے) کے (عہ) میں دیجاویگی دیگر مواعظ متفرق جو دعوات عبدیت کا ہیں علحدہ چھپے ہیں مطبع ہذا نے اُنکی بھی ایک کثیر مقدار فراہم کر لی ہے شائقین جلد طلب ورنہ طبع ثانی کا انتظار کرنا پڑیگا۔

فہرست مواعظ

دعوات عبدیت حصہ اول دس وعظ و سو ملفوظات	عہ	۱۱	الظہور
〃 حصہ دوم	۸ر	عہر	السرور
〃 حصہ سوم	عہ ۱ر	عہ ۱ر	النور
〃 حصہ چہارم	عہر	۱۲ر	التذکیر حصہ اول مشتمل دس وعظ
〃 حصہ پنجم	۱۳ر	عہر	التذکیر حصہ دوم مشتمل دس وعظ
〃 حصہ ششم	عہ	۱۴ر	اشرف المواعظ حصہ چہارم

(نوٹ) ماہ رمضان المبارک سنہ ۳۳ھ کے مواعظ و ملفوظات کا مجموعہ موسومہ ہفت اختر مطبع ہذا میں چھپ

المشتہر رفیق احمد و شبیر علی مالکان مطبع امداد المطابع تھانہ بھون ضلع

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمہید معمولات اشرفی

بعد حمد و صلوٰۃ بندۂ ناچیز کمترین خدام اشرفی محمد مصطفےٰ بجنوری مقیم میرٹھ محلہ کرم علی عرض کرتا ہی کہ خوبیٔ تقدیر سے سنہ ۱۳۳۲ ہجری میں بندہ کا قیام کچھ دن اوپر ایک مہینہ تھانہ بھون میں بحضور مولائی و مرشدی قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین حضرت مولینا محمد اشرف علی صاحب مد ظلہ تعالےٰ رہا احقر نے اُس زمانہ قیام کے مختلف واقعات کو جمع کرکے ہر واقعہ کے ساتھ فوائد و نتائج اضافہ کرکے ایک کتاب مجالس الحکمت نام بنا دی اور اخیر میں معمولات اشرفی اور اُسکے بعد علیحدہ اشرفی کا اضافہ کیا۔ چونکہ واقعات کی تعداد ستر تک پہنچ گئی اور فوائد و نتائج اور معمولات کے اضافہ سے مجموعہ کتاب کی ضخامت کسی قدر زیادہ ہوگئی اسواسطے میرے معزز و مکرم دوست منشی رفیق احمد صاحب و مولوی شبیر علی صاحب کی یہ رائے ہوئی کہ اوّل معمولات اشرفی کو علیحدہ شائع کردیا جاوے کیونکہ یہ ہزاروں فوائد کا مجموعہ ہے اور ضخامت بھی تھوڑی ہے اسکے بعد انشاء اللہ تعالےٰ یہ کتاب کو بھی شائع کیا جاویگا لہذا یہ چند اوراق ہدیہ ناظرین کرکے التماس ہے کہ عبارت وغیرہ کے عیوب کو نظر انداز کرکے مطالب سے فائدہ اُٹھاویں اور احقر کو اور منشی رفیق احمد صاحب و مولوی شبیر علی صاحب کو دعا خیر میں یاد رکھیں اور دعا کریں کہ حق تعالےٰ بقیہ کتاب مجالس الحکمت کو بھی شائع فرماویں اور قبول فرمالیں۔ جو کچھ بھی ان اوراق میں ہے نہ اُس میں عبارت آرائی کی گئی ہے نہ کہیں مبالغہ سے کام لیا گیا ہے نہ بالقصد حضرت والا کے کمالات و فضائل بیان کرنا مقصود ہے۔

اطلاع۔ یہ کل رسالہ از اوّل تا آخر حضرت والا کی نظر سے گذر چکا ہے۔

بسملہ و حمدلہ

معمولاتِ اشرفی

اس میں وہ تمام دستور العمل بیان ہونگے جن کے حضرت والا خود بذاتہ پابند ہیں یا دوسروں سے بھی اُن کو تعلق ہے جیسے انضباط اوقات یا دستور العمل متعلق بہ یا وضیافت خورد و نوش وغیرہ اور حضرت والا کے اوراد و وظائف بھی بیان ہوں گے۔

عادت شریف یہ ہے کہ تہجد کے بعد قدرے آرام فرماتے ہیں۔ اگر وقت زیادہ ہوتا ہے تو چارپائی پر اور اگر وقت زیادہ نہیں ہوتا تو مصلے ہی پر لیٹ جاتے ہیں۔ پھر صبح کی نماز کے واسطے مسجد میں ایسے وقت تشریف لاتے ہیں کہ بخوبی اسفار ہو جاتا ہے جیسا کہ حنفی مذہب میں مستحب ہے۔ راقم نے بعض دفعہ گھڑی سے دیکھا تو نماز فجر ایسے وقت پڑھی کہ رکعت اول میں سورۂ قیامہ اور دوسری میں سورۂ ملک پڑھ کر سلام پھیرا تو صرف بارہ منٹ طلوع آفتاب میں باقی تھے اور جب موسم جاڑے کا تھا مگر ایسا شاذ و نادر ہے ورنہ اکثر متوسط اسفار پر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اکثر مکان سے باوضو تشریف لاتے ہیں اور کبھی مسجد آکر وضو کرتے ہیں۔ فجر میں قرأۃ طویل موافق سنت فرماتے ہیں طوال مفصل یا اسی کے اندازہ سے کسی اور جگہ سے پڑھتے ہیں اکثر ہر رکعت میں پوری سورت پڑھتے ہیں۔ ہاں کسی بہت بڑی سورت میں سے پڑھنے کا اتفاق ہو تو جس قدر مناسب وقت ہو پڑھتے ہیں بعض دفعہ سورۂ طٰہٰ کے تین رکوع پہلی میں اور دوسری میں پڑھے۔ بعض دفعہ سورۂ زمر کا اخیر قل افغیر اللہ تامرونی سے آخر تک رکعت اول اور کوئی دوسری سورت دوسری میں پڑھی اور کبھی قل یعبادی الذین اسرفوا سے وھو اعلم بما یفعلون تک اول میں اور وسیق الذین کفروا سے آخر تک دوسری میں پڑھا۔ کبھی والضحیٰ اور الم نشرح پڑھی۔ ایک مرتبہ مقام رامپور منہاران میں ذرا زیادہ دیر ہو گئی اور وقت تنگ ہو گیا تو صرف معوذتین پڑھیں بعد نماز صبح وظیفہ معمولہ سے فارغ ہو کر اگر کوئی دوا موجود ہو تو اس کو کھا [illegible] ہوا خوری کیلیے تشریف لے جاتے ہیں۔ چھڑی رکھنے کی عادت پہلے بالکل نہ تھی۔ مگر

ع؎ حضرت والا کے تمام عادات کے ثبوت تعلیم الدین میں مل سکتے ہیں یہاں ثبوت بیان کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی۔

ع؎ ذی قعدہ [illegible]

ایک دفعہ بوقت ہواخوری ایک گاؤں میں کتوں نے دق کیا جب سے چھڑی رکھتے ہیں مگر بطور تصنع اور وضع داری کے نہیں بلکہ ضرورت کیوجہ سے اسی واسطے صرف اُسوقت ہاتھ میں لیتے ہیں جبکہ قصبہ سے باہر یا قصبہ میں دور جانا ہو یا رات کا وقت ہو چھڑی سادی سیاہ سرخی مایل خمیدہ سر ہے (بعض اطبا کی رائے سے ہواخوری کی عادت چند سال سے ڈالی ہے جس سے بحمد اللہ صحت کو بہت نفع پہنچا) حضرت والا کے مزاج میں گرمی بہت زیادہ ہے۔ اکثر مبردات کا استعمال زیادہ رہتا ہے بعض دفعہ احقر کو نبض دکھائی اور فرمایا اس قدر حرارت کیوں ہے احقر نے نبض دیکھی اور عرض کیا بحمد اللہ میرا خیال یہ ہے کہ حرارت غیر طبعی نہیں جس سے کسی مرض کا اندیشہ ہو نہ اس کا ازالہ کرنا چاہیے نہ یہ دوا سے دور ہو سکتی ہے یہ ذکر کی حرارت ہے جو حضرت کیلئے طبیعت ثانیہ بن گئی ہے۔ ہاں تفریح طبع اور آرام اور ہوائے بارد اور صاف کی ضرورت ہے۔ دوا بھی اگر کوئی مفرح اور مسکن استعمال میں رہے تو مضائقہ نہیں۔ غذا بھی لطیف اور سرد مناسب ہے۔ دماغ سے چونکہ کام حد سے زیادہ لیا جاتا ہے اسواسطے بدل ما یتحلل کے لئے بکری کا بھیجا غذاءً اور کوئی مقوی دماغ مرکب چیز دواءً استعمال میں رہنا چاہیے۔ چنانچہ گرمی کے موسم میں خمیرہ گاؤزبان شربت نیلوفر مربائے سیب۔ مربائے آملہ۔ یاقوتیات و عرق کیوڑہ وغیرہ۔ اور سردی کے موسم میں حلوائے گذریا حلوائے سیب۔ دواء المشک حلوائے بیضہ وغیرہ اکثر تیار رہتے ہیں۔ کوئی خادم بھیجدیتا ہے۔ یا خود حضرت تیار کرا لیتے ہیں لیکن دوا کی عادت ڈالنا پسند نہیں فرماتے۔ کبھی بالکل ترک فرما دیتے ہیں اور اگر انمیں زیادہ جمع ہو جاتی ہیں تو خدام کو بانٹ دیتے ہیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ احقر کو ایک قیمتی معجون قریب آدھ سیر کے مرحمت فرمائی احقر نے عرض کیا کہ دوا ہر وقت میسر نہیں آسکتی گھر میں رکھی رہے تو مناسب ہے۔ فرمایا ضرورت سے زیادہ کوئی چیز رکھنا میری طبیعت اور عادت کے خلاف ہے ایک اور خادم مرزا علی نظر بیگ صاحب مرادآبادی بھی موجود تھے قریب سیر بھر کے ایک معجون ان کو عنایت فرمائی۔ ایک مرتبہ دو بوتل کیوڑہ کی اور کچھ سلاجیت اور دیگر ادویات اور بوتلیں وغیرہ احقر کو عطا فرمائیں اور فرمایا اُن کی قیمت کا تخمینہ کر کے مجھے اطلاع دو تاکہ میں اپنے قرار داد کے موافق ایک مقدار چندہ بلقان[عہ] میں دوں احقر نے عرض کیا جبکہ مجھکو یہ چیزیں

ضرورت سے زائد چیز نہ رکھنا

دوا کی عادت نہ ڈالنا

[عہ] یہ زمانہ چندہ بلقان کا تھا۔ ۱۲

ہوا خوری

بلا قیمت عطا ہوئی ہیں تو ازراہِ مہربانی وہ مقدار چندہ احقر سے لے لیجاوے ... خیال نہ کرو۔ الغرض اگر ضرورت ہوئی اور دوا موجود ہوئی تو بعد نماز صبح نوش فرما ... تشریف لیجاتے ہیں۔ ہوا خوری کی صورت یہ ہے کہ تین چار میل جنگل میں کسی طرف ... میں گھوم آتے ہیں اور اسکو بضرورت اختیار فرمایا ہے۔ جیسا کہ بیان ہوا اور ... گشت میں صرف نہیں ہوتا بلکہ قرآن شریف کی تلاوت کرتے ہیں۔ اور مناجات مقبول ... لیجاتے ہیں۔ اُسکی منزل پڑھ لیتے ہیں کبھی کوئی مضمون دیکھنا ہوتا ہے جیسے مسودات ... چلتے اُنکی اصلاح فرماتے ہیں اور تلاوت قرآن بھی کرتے جاتے ہیں۔ حتی کہ بعض ... میں ٹھوکر لگ گئی اور ایک دفعہ گھڑی گر کر ٹوٹ گئی۔ یا کبھی کوئی مضمون ضروری لکھنا ہوا ... اور کاغذ ہمراہ لیجاتے ہیں اور کسی پُرفضا مقام پر بیٹھکر اُسکو تحریر فرماتے ہیں غرض ... صرف ایک کام میں صرف نہیں ہوتا بہت سے کام اس میں انجام دیے جاتے ہیں ... کیوقت کسی کو ہمراہ لیجانا پسند نہیں فرماتے۔ ایک دفعہ ایک خادم[1] نے ساتھ چلنے کی اجازت چاہی ... فرمایا اچھا مگر مجھ سے بات نہ کرنا اُس روز حضرت کے ماموں زاد بھائی صاحبزادہ ... تھے راستہ میں قرآن سُناتے جاتے تھے۔ تقریباً ایک گھنٹہ ہوا خوری میں صرف ہوتا ہے ... اگر کوئی ضرورت ہوئی تو کھڑے کھڑے گھر میں تشریف لیجاتے ہیں پھر مدرسہ میں ... میں تشریف لاتے ہیں اگر کوئی تصنیف اہم اور محتاج یکسوئی ہوتی ہے تو دار التصنیف[2] میں ... لیجاتے ہیں اور گیارہ یا ساڑھے گیارہ بجے تک کسی سے ملاقات نہیں فرماتے اور ... کے کسی کو وہاں جانے کی اجازت نہیں بعض تصنیفات بلا تنہائی کے سہ دری ... آنے جانے والوں سے بولنا چالنا مہمانوں کی خاطر وغیرہ بھی فرماتے رہتے ہیں ... البتہ کلید مثنوی اور تفسیر بیان القرآن اور کتب دقیقہ خلوت میں لکھی گئی ہیں۔ ... تعداد پوچھ جاتا ہے۔ پھر دار التصنیف سے اُتر کر اپنی سہ دری میں تشریف رکھتے ہیں اور ڈاک ... کھولتے ہیں اور نہایت پھرتی کے ساتھ جوابات لکھ دیتے ہیں تاکہ بعد ظہر کے روانہ ہو جاوے ... اور یہ ڈاک تھوڑی ہوتی ہے جو صبح کو آتی ہے باقی زیادہ ڈاک بعد ظہر لکھی جاتی ہے۔

---

[1] میر معصوم علی صاحب میرٹھی۔ [2] یہ ایک چھوٹا سا کمرہ مدرسہ کی شرقی جانب میں بالاخانہ ہے۔

تیاری کی اطلاع آجاتی ہے تو مکان کو تشریف لیجاتے ہیں اور مہمانوں کو طلب فرما کر سب کے ساتھ کھانا نوش فرماتے ہیں اور اگر کسی ضرورت سے مناسب ہوا تو کھانا یہیں سہ دری میں منگا کر کھاتے ہیں۔ کھانا کھا کر ہم اپنی اپنی جائے قیام میں چلے جاتے ہیں اور حضرت والا ذرا دیر کو مکان میں تشریف لیجاتے ہیں تقریباً پاؤ گھنٹہ میں مدرسہ میں تشریف لے آتے ہیں اور اگر کچھ ڈاک کا کام باقی ہوتا ہے تو اسکو ختم کر کے زمین ہی میں فرش پر گاؤ تکیہ پر سر رکھکر لیٹ جاتے ہیں اُسوقت دماغی کام جس میں غور و خوض کی ضرورت ہو نہیں کرتے (کیونکہ قیلولہ کا وقت ہے اُس وقت دماغی محنت مضر ہے) ہاں کوئی رسالہ اگر ڈاک میں آگیا ہو یا کوئی کتاب تو سرسری نظر سے ملاحظہ فرماتے ہیں کوئی خادم اگر چاہے تو اُسوقت بدن دبانے یا سر مبارک میں تیل ڈالنے کی اجازت دیدیتے ہیں ایک مرتبہ احقر نے عرض کیا کہ لیٹنے کے واسطے چارپائی کیوں نہ بچھا دیجاوے فرمایا یہ ہمیشہ سے میری عادت ہے کہ اسوقت ذرا دیر کو ایسے ہی کمر ٹیک لیتا ہوں۔ اس وقت ذرا دیر کو حضرت والا کی آنکھ لگ جاتی ہے۔ موسم گرما میں کوئی خادم پنکھا کھینچتا رہتا ہے مگر حضرت والا کا حکم ہے کوئی اسکا التزام نہ کرے خصوصاً وہ لوگ جو کچھ معتدبہ دنوں کے رہنے کیلئے آتے ہوں اور خصوصاً ذاکرین کہ ان دونوں سے فرما دیتے ہیں کہ اپنے کام میں لگو مجھے اپنی خدمت سے کام میں لگا رہنا زیادہ پسند ہے بلکہ ذاکرین کی نسبت فرمایا کرتے ہیں کہ ان سے خدمت لینا میں سوء ادب سمجھتا ہوں۔ پھر ظہر کی اذان کے بعد حضرت والا اُٹھ بیٹھتے ہیں اور نماز ظہر پڑھتے ہیں۔ نماز ظہر گرمی کے موسم میں ریل کی گھڑی سے سوا دو بجے کے قریب اور سردی کے موسم میں ایک بجے ہوتی ہے۔ بعد نماز ظہر سورہ انا فتحنا پڑھتے ہیں اور دعا مانگ کر فارغ ہو کر اپنی سہ دری میں تشریف لے آتے ہیں۔ کبھی اسوقت کوئی سبق بھی مقرر فرما دیتے ہیں مثلاً آجکل حضرت کے ماموں زاد بھائی محمود علی تجوید کا سبق لیتے ہیں اور بہشتی زیور یا اور کوئی کتاب بھی پڑھتے ہیں۔ صبح کی ڈاک کے جوابات کھانا کھانے سے پہلے لکھ دیئے جاتے ہیں بوجہ کثرت مشاغل خطوں کے پتے لکھنا مولوی شبیر علی صاحب کے سپرد ہے وہ ظہر کے وقت تک اسکو تیار کر دیتے ہیں اس تیار شدہ ڈاک پر ایک سرسری نظر حضرت والا پھر فرما لیتے ہیں اس غرض سے کہ کسی لفافہ وغیرہ میں غلطی نہ ہو گئی ہو۔ ڈاک لانیوالا ڈاکخانہ جاتا ہے اور اس ڈاک کو روانہ کر کے نئی ڈاک لے آتا ہے۔

تقریباً ۲ بجے کے قریب ڈاک آجاتی ہے ڈاک آتے ہی اُس کو ملاحظہ فرماتے ہیں اور فوراً جوابات تحریر فرماتے ہیں۔ اس وقت کی ڈاک بہ نسبت صبح کے بہت زیادہ ہوتی ہے اگر عصر سے پہلے پہلے ڈاک تیار ہوجاتی ہے (ایک مرتبہ روزانہ خطوط کا اوسط لگایا گیا تو بیس اور پچیس کے درمیان ہوا جس میں معمولی خطوط بھی ہوتے ہیں اور استفتائی اور معرکۃ الآرا سوالات بھی اُن سب کے جوابات اُسیوقت بالبدیہہ لکھے جاتے ہیں اور یہی سب زیادہ تر مہمانوں کی آمد کا بھی ہے اُن سے ملنا اور علے قدر مراتب مدارات وخاطر کرنا اُن سے بولنا چالنا یہ سب خطوط نویسی کے ساتھ ساتھ ہوتا رہتا ہے) کبھی خطوط زیادہ ہوجاتے ہیں یا زیادہ غور طلب ہیں تو بعد عصر تا مغرب یا بعد مغرب اور کبھی شاذونادر بعد عشاء بھی اُن کو ادا فرماتے ہیں اسی وقت میں ملازم آکر تعداد مہمانان دریافت کرتا ہے۔ پھر اذان عصر تقریباً ۴ بجے موسم گرما میں اور ساڑھے تین بجے کے قریب موسم سرما میں ہوجاتی ہے حضرت والا اپنے کام میں برابر مصروف رہتے ہیں حتی کہ جب ایک دو منٹ وقت مقررہ میں رہتے ہیں تو کام بند کرکے نماز کیلئے اُٹھتے ہیں اکثر اسوقت وضو نہیں کرتے ظہر کی وضو سے عصر پڑھتے ہیں بلکہ اکثر مغرب بھی ظہر ہی کی وضو سے پڑھتے ہیں۔ نماز عصر ختم ہونیکے بعد جس کو کچھ تخلیہ میں کہنا ہوتا ہے وہ اپنا نام ذرا سے پرچہ پر لکھ کر حضرت کو دیدیتا ہے۔ تخلیہ کیلئے بعد مغرب کا وقت مقرر ہے عصر کے بعد جسنے پرچہ دیا اُسکو نام بنام بعد مغرب پکار کر عرض معروض سنتے ہیں۔ عصر کے بعد کا وقفہ مغرب تک عام ملاقات اور بات چیت کیلئے دیا ہوا ہے شائقین حاضر ہوتے ہیں اور مسائل اور جس قسم کی کسی کو بات کرنی ہو کرتا ہے آجکل اسی وقت میں ایک لڑکا محمد عمر نام تجوید کا سبق سناتا علاوہ اُسکی تعلیم کے شائقین بالخصوص مہمانان کیلئے بیحد موجب حظ ہوتا ہے ایک دفعہ اُسی وقت میں کچھ دیر کیلئے مثنوی کا سبق مقرر ہوگیا تھا۔ تربیۃ السالک کی تصحیح اسی وقت فرماتے تھے یہ وقت دربار عام کا ہے اگر کوئی بات چھڑ جاتی ہے تو مغرب تک سلسلہ جاری رہتا ہے اور نکات ولطائف اور تحقیقات ایسے بیان ہوتے ہیں کہ اُن کے ضائع ہونے کا صدمہ کسی راقم کے پوچھے اُسی وقت میں اگر دن بھر کے مشاغل سے تکان زیادہ ہوگیا ہو یا گرمی وغیرہ ہو تو کچھ دوا ماء اللحم یا خمیرہ یا شربت نوش فرماتے ہیں اگر کسی دن اُس وقت شائقین کم ہوئے اور

عام ملاقات کا وقت

وقت مغرب سے پہلے رخصت ہوگئی تو ذرا دیر کیلئے مکان پر تشریف لیجاتے ہیں اور مغرب کی نماز پھر مسجد میں آ پڑھتے ہیں۔ مغرب کے فرض ادا کرنے کے بعد سنتیں اور نوافل مسجد کی حد سے ہٹ کر حوض کے جنوب میں آہنی سائبان کے نیچے پڑھتے ہیں یہ جگہ چند روز سے اختیار کیگئی ہے اس سے پہلے مسجد کی حد ہی میں پڑھتے تھے۔ احقر نے دریافت کیا تو فرمایا کہ کبھی ایسا بھی اتفاق ہو جاتا ہے کہ میں معمولات سے فراغت کے بعد لیٹ جاتا ہوں اور کبھی آنکھ بھی لگ گئی ایک مرتبہ ایک طالب علم نے اعتراض کیا کہ مسجد میں سونا کب جائز ہے مجھے تنبہ ہوا اور اُس دن سے یہ جگہ اختیار کی اور سائبان کے نیچے جگہ اختیار کرنے کی وجہ شاید یہ ہے کہ سائبان کا چوبی ستون سترہ ہو جاوے۔ اگر گرمی زیادہ ہوتی ہے تو پنکھے کی ہوا سے خوب ٹھنڈے ہو کر سنتیں پڑھتے ہیں۔ کوئی خادم موجود ہوتا ہی تو ایک یا دو تین شخص خوب پنکھے جھل کر ٹھنڈا کر دیتے ہیں اسکے متعلق حضرت والا کی ہدایت ہے کہ کوئی طالب علم اس کا التزام نہ کرے نیز وہ شخص جو کچھ دنوں رہنے کی غرض سے اور تعلیم و تلقین حاصل کرنے کو آئے ہیں اس کا التزام نہ کریں اور ذاکرین کو بالکل خدمت کرنے کی ممانعت ہے ہاں بچوں یا اُن مہمانوں کو اجازت ہے جو صرف زیارت کیلیے ایک دو دن کے واسطے آئے ہیں۔ بشرطیکہ اُن سے بے تکلفی بھی ہو۔ اور پنکھے کے متعلق ایک ہدایت یہ ہے کہ جب نیت نماز کی باندھ لیں پنکھا نہ جھلا جاوے سلام پھیرنے کے بعد مضائقہ نہیں دو سنتیں اور چھ رکعت صلوۃ الاوابین پڑھ کر سورہ واقعہ اور مزمل پڑھتے ہیں۔ اُسوقت پنکھا جھلنے والے پنکھا جھلتے رہتے ہیں۔ پھر اُن لوگوں کو جنھوں نے تخلیہ کیلئے بعد نماز عصر پرچہ اپنے نام کا دیا ہے نام بنام یکے بعد دیگرے آواز دیتے ہیں ایک ایک شخص حاضر ہو کر جو کچھ عرض کرنا ہوتا ہے عرض کرتا ہے اُس وقت پنکھا جھلنے والے اور جملہ آس پاس کے آدمی علیحدہ ہو جاتے ہیں پورے تخلیہ کے ساتھ جو کچھ کہنا ہو کہا جا سکتا ہے زائرین یاد رکھیں کہ اس وقت حضرت والا کے پاس ہجوم نہ کریں اور جبتک کہ تخلیہ رہے ہرگز پاس نہ جاویں کہ ناجائز شرعی ہے اور باعث ملال شیخ بھی ہے بعض لوگ اسکی احتیاط نہیں کرتے حتی کہ بعض دفعہ حضرت والا کو تصریحاً کہنا پڑا۔ ایک طالب علم باہر سے تین چار دن سے آئے ہوئے تھے جب حضرت والا نے حسب دستور ایک شخص کو آواز دی تو اور لوگ ہٹ گئے مگر وہ بیٹھے رہتے

تخلیہ کا وقت

حضرت والا نے آمیز عتاب فرمایا اور پوچھا کہ اس کا جواب دیجئے کہ آپکو میرے دونوں وقت یعنی بعد عصر اور بعد مغرب کی پابندیاں معلوم ہو چکی ہیں اُسوقت جبکہ ایک شخص کو تخلیہ میں بات کرنے کیلئے بلایا گیا اور سب لوگ ہٹ گئے تم کیوں نہیں ہٹے کیا تم سے تخلیہ نہیں ہے یا تم ایسے میرے رازد ہو کہ تخلیہ کی ضرورت نہیں کیا میں ہر شخص سے کہا کروں کہ ہٹ جاؤ کیا تم کو تخلیہ کے وقت لینے ہے کہ تمہاری بات کوئی دوسرا سُنے۔ غرض یہ دربار خاص کا وقت ہے اگر بات کرنے والے ایک دو آدمی ہوئے اور جلد فراغت ہوگئی تو حضرت والا لیٹ جاتے ہیں اور خدام اور بچے اور شائقین جس کا جی چاہے ہاتھ پاؤں دبانے لگتے ہیں۔ کبھی شاذ و نادر آنکھ بھی لگ جاتی ہے۔ اتنے میں کھانے کی تیاری کی اطلاع آجاتی ہے تو وہیں کھانا منگا کر یا مکان پر مع مہمانان تشریف لیجا کر کھانا نوش فرماتے ہیں۔ اگر کھانا کھانیکے بعد کچھ وقت بچا تو اگر مکان پر کھانا کھایا ہے تو گھر میں تشریف رکھتے ہیں اور عشا کی نماز کیوقت مدرسہ میں تشریف لاتے ہیں اور اگر مدرسہ میں کھانا کھایا ہے تو وہیں تشریف رکھتے ہیں باتیں کرتے رہتے ہیں یا استراحت فرماتے ہیں اور خدام اگر ہوا ہیں تو بدن دباتے رہتے ہیں عشا کی اذان کے بعد وضو کرتے اور نماز ادا کرتے ہیں۔ عشا کی نماز تقریباً ڈیڑھ گھنٹے بعد غروب ہوتی ہے بعد نماز عشا سنتوں کے بعد وتر بھی اُسی وقت ادا کرتے ہیں اور بعد وتر سورۂ ملک اور سورۂ حم سجدہ پڑھتے ہیں اور دعا مانگ کر ذرا دیر کو مصلے ہی پر لیٹ جاتے ہیں اگر کوئی زائر و خدام میں سے بدن دبانے لگتا ہے تو آنکھ لگ جاتی ہے دس پندرہ منٹ کے بعد اُٹھکر مکان تشریف لیجاتے ہیں۔ چونکہ دن بھر کا تکان ہوتا ہے اسواسطے اس کا اہتمام کیا جاتا ہے کہ نیند میں خلل نہ پڑے۔ اسکی مطلقاً ممانعت ہے کہ عشا کے بعد کوئی غیر ضروری مسئلہ یا کوئی ایسی بات پوچھی جاوے جس میں ذرا بھی فکر و غور کی ضرورت ہو ورنہ نیند خراب ہو کر بہت تکلیف ہوتی ہے اور کئی کئی دن تک طبیعت خراب رہتی ہے اور مشکل سے اُسکے نقصانات دفع ہوتے ہیں بعض دفعہ بوجہ بیماری بحالت ضعف نیند میں بہت کمی ہوئی تو بہت سی تدابیر کی گئیں اور مشکل سے نیند طبعی حالت پر آئی اسواسطے زائرین اچھی طرح خیال رکھیں کہ حضرت والا کی نیند کو خراب نہ کریں کہ بڑا ظلم ہے۔ بعض لوگ اپنی فرصت کا وقت عشا کے بعد سمجھکر آتے ہیں اور دق کرتے ہیں یہ نہیں سمجھتے کہ یہ وقت اپنی فرصت کا ہونے سے کیا ضرور ہے کہ دوسرے کی فرصت کا بھی ہو اور جو دن

ایک کرامت

ں آدمیوں کی برابر کام کرتا ہو کوئی گھڑی تو اُسکو آرام بھی دینا چاہیئے۔ نصف شب کے بعد کیلئے اُٹھتے ہیں۔ اکثر سدس لیل آخر میں اور کبھی مقدم موخر اُٹھتے ہیں اکثری عادت آٹھ رکعت ی ہے اور کبھی کم کبھی زیادہ۔ بعض دفعہ رمضان میں تہجد کی نماز میں ایک سیپارہ روزانہ پڑھتے اور بعض دفعہ اس سے بھی زیادہ۔ ایک[عہ] دفعہ احقر حاضر خدمت تھا اور حضرت والا مدرسہ ہی میں حوض سے جنوب کی طرف رات کو سویا کرتے تھے اور احقر کی چارپائی بھی حضرت کی چارپائی کی برابر میں ہوتی تھی جب تہجد کی نماز پڑھتے تو احقر کو محسوس ہوتا کہ ایک نور مثل صبح صادق اوپر کو اُٹھتا اور سفید رنگ کے شعلے حضرت کے جسم سے بار بار اوپر کو اُڑتے تھے احقر کو وہ حدیث یاد آئی جس میں ہے کہ ایک صحابی نے تہجد میں سورۂ رحمٰن شروع کی تو آسمان سے بادل کیسے ٹکڑے اُترنا شروع ہوئے برابر میں گھوڑا بندھا تھا وہ چونکنے لگا تو اُن صحابی نے نماز موقوف کردی۔ اور وہ ٹکڑے اوپر کو چڑھ گئے صبح کو حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ذکر کیا تو آپنے فرمایا وہ فرشتے تھے اگر تم برابر پڑھتے رہتے تو لوگ صبح کو اُن فرشتوں کو دیکھتے۔ لیکن پھر خیال ہوا کہ ممکن ہے حسن عقیدت سے یہ خیال بندھ گیا ہو اور کئی دن تک اُسکی طرف التفات نہیں کیا ایک روز احقر کسی ضرورت سے حضرت والا سے بہت دور حوض کے شمال کیطرف سویا آنکھ کھلی تو دیکھا کہ وہ نور مثل صبح صادق موجود تو ہے مگر مقررہ جگہ سے ہٹا ہوا ہے غور سے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ سہ دری کے اندر ہے احقر اُس کی تحقیق کیلئے اُٹھا تو دیکھا آج حضرت والا سہ دری کے اندر تہجد پڑھ رہے ہیں کیونکہ گھٹا آگئی ہے اور بارش کے آثار ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خیالی بات نہ تھی۔ تہجد میں کبھی ایسا بھی ہوا کہ کسی نے حضرت والا کے پیچھے نیت باندھ دی تو حضرت والا نے اُسکو منع نہیں کیا کیونکہ نفل کی جماعت اتفاقیہ طور پر جائز ہے ہاں اس کا اہتمام اور تداعی وغیرہ مکروہ ہے۔ بعد تہجد اگر وقت زیادہ ہوتا ہے تو چارپائی پر ورنہ مصلے ہی پر آرام فرماتے ہیں۔ پھر صبح کی نماز کے لئے اُٹھ بیٹھتے ہیں۔ اور فیوض وبرکات کا سلسلہ جو ظاہراً تھوڑی دیر کے لئے بند ہوگیا تھا پھر شروع ہو جاتا ہے اور اُن شائقین اور زائرین کی آنکھیں پھر ٹھنڈی ہوتی ہیں جنہوں نے جدائی کا اتنا وقت یہ کہکر کاٹا ہے۔ نظم

[عہ] واقعہ ۶۔ ربیع الاول ۱۳۲۱ھ

ما چو طفلانیم و مارا دایہ تو   بر سر ما گستران آں سایہ تو
از سر اکرام و از بہر خدا   بیش ازیں مارا مدار از خود جدا
ما بگفتار خوشت خو کردہ ایم   ما ز شیر حکمت تو خوردہ ایم
جملہ در خشکی چو ماہی می طپند   آب را بکشا ز جو بردار بند
ایکہ چون تو در زمانہ نیست کس   اللہ اللہ خلق را فریاد رس
با تو مارا خاک بہتر از فلک   اے سماک از تو منور تا سمک
بے تو مارا بر فلک تاریکی است   با تو اے مہ ایں فلک تاری کی است
با تو بر خاک از فلک بردیم دست   بر سما ما بے تو چوں خاکیم پست
اشک دیدہ است از فراق تو روان   آہ آہ است از میان جان روان
اللہ اللہ یک نظر بر ما فگن   لا تقنطنا فقد طال الحزن

ف ہر کام کا انضباط ہونا چاہیے

استیذان

حضرت والا کے یہاں ہر کام نہایت انضباط کے ساتھ ہوتا ہے ہر کام کیلئے کچھ قواعد مقرر ہیں جن کا اصل الاصول اعراض عن اللغو اور ترک مالایعنی ہے بموجب آیت[1] والذین ہم عن اللغو معرضون و حدیث[2] ان من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ ۔ اور کار آمد باتوں میں سے بھی وہ بات اختیار فرماتے ہیں جو بہت سی حکمتوں کو جامع ہو صرف ایک نفع پر بس نہیں کرتے گھر میں جب خود تشریف لیجاتے ہیں یا اور کوئی بچہ یا بڑا گھر والوں میں سے جاتا ہے تو استیذان کا طریقہ یہ مقرر فرمایا ہے کہ کنڈی کھٹکانا اپنے لئے مخصوص کر لیا ہے اور دوسرا جو کوئی جاوے تو دروازہ میں کھڑے ہو کر اپنا نام لے گویا اپنے ہم نام کو پکارتا ہے مثلاً شبیر علی حضرت کے بھتیجے دروازہ میں سے پکارتے ہیں "شبیر علی" جو کوئی بی بی مہمان یا پڑھنے والی لڑکیوں میں سے کوئی پردہ کرنیوالی ہوتی ہیں علیحدہ ہو جاتی ہیں اور آنے کی اجازت ہوتی ہی اسمیں استیذان کے دیگر تمام الفاظ سے جیسے شبیر علی آتا ہے یا آوے یا اجازت چاہتا ہے اختصار ہے اور کسی قسم کا اشتباہ نہیں اگر کنڈی کھٹکانا سب کے لئے علامت استیذان ہوتی تو اشتباہ ہوتا اور تعیین کی ضرورت

---

[1] اور نجات پانیوالے وہ لوگ ہیں جو فضول کام سے بچتے ہیں ۱۲۔

[2] آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ فضول کام نہ کرے ۔ ۱۲۔

باقی رہتی۔ بعض جگہ سب لوگ کھنکار کر گھر میں جاتے ہیں یہ اصطلاح بھی ایسی جامع نہیں جیسی اصطلاح مذکور ہے۔

ف تصنع اور تکلف سے نفرت

حضرت والا کو تصنع اور تکلف سے سخت نفرت ہے جیساکہ مجلسِ[ع] چہل و ہفتم میں مذکور ہے کپڑو نپر کلف استری ہو یا نہو کچھ پرواہ نہیں۔ رات کو کہیں جاتے ہیں تو بلا خاص ضرورت کے لالٹین نہیں لیجاتے۔ برسات میں بعض دفعہ دیکھا کہ مکان سے مسجد میں تشریف لاتے وقت راستہ میں پانی ہونے کیوجہ سے جوتیاں اُتار کر ہاتھ میں لے لیں۔ بعض دفعہ بلا کسی وجہ کے مسجد سے مکان تک ننگے پیر تشریف لے گئے یہ وَمَا اَنَا مِنَ الْمُتَکَلِّفِیْنَ[ع] اور اَمَرَنَا اَنْ نَحْتَفِیَ مِرَّۃً[ع] کی تعمیل ہے

ف حضرت والا کا لباس

بنا قبا کچھ نہیں پہنتے۔ سادہ کرتا گھٹنوں تک کا پہنتے ہیں جس کا بٹن اکثر کھلا رہتا ہے کرتے کے نیچے گرمی کے موسم میں کری اکثر پہنتے ہیں اور کبھی نہیں بھی پہنتے۔ کرتا اکثر موٹی ململ کا ہوتا ہے اور کبھی چکن کا بھی ہوتا ہے کرتے کے اوپر کبھی سرما میں صدری بھی پہن لیتے ہیں۔ سردی کے موسم میں اکثر وقت عمامہ باندھے رہتے ہیں اور گرمی میں صرف نماز پڑھانے کے وقت باندھ لیتے ہیں ایک عمامہ اسی لئے مسجد میں ایک کیل پر ٹنگا رہتا ہے حضرت کا عمامہ ریشم کے کام کا ہوتا ہے اور اکثر سفید ململ یا ڈوریہ کا۔ کسی خادم نے اونی جبہ نذر کیا تھا کبھی وہ بھی پہن لیتے ہیں موزے بلا سردی کے قطعی نہیں پہنتے اور اُسکو لغو اور داخل تصنع فرماتے ہیں۔

ف سردی سے جسمانی حفاظت

سردی میں جسمانی حفاظت بہت کرتے ہیں روئی کی مرزئی یا پوستین پہنتے ہیں اور اوپر سے اونی جبہ پہنتے ہیں موزہ بھی گرم اونی یا سوتی پہنے رہتے ہیں۔ رزائی یا اونی چادر بھی اوڑھتے ہیں کنٹوپ بھی اوڑھتے ہیں۔ کبھی تہبند بھی باندھتے ہیں۔ مگر نہایت احتیاط رکھتے ہیں کہ گھٹنا کبھی کسی وقت نہ کھلے۔ عطر کثرت سے استعمال کرتے ہیں۔ سہولت پسندی اس قدر ہے۔ کہ کبھی روئی عطر میں بھگو کر ڈبیہ میں رکھ لیتے ہیں۔ بہ نسبت شیشی میں رکھنے کے یہ اچھا ہے کیونکہ اس سے اُس کی حفاظت کے لئے زیادہ اہتمام نہیں کرنا پڑتا۔ کبھی اچکن بھی پہن لیتے ہیں خصوصاً شروع سردی یا اختتام سردی میں اور اکثر سیاہ اچکن پہنے دیکھا ہے۔ اور کبھی سفید غلطے کی بھی پہنی ہے۔ چاندی کی انگوٹھی جس میں مہر باین سجع" از گروہ اولیا اشرف علی"

ع کتاب مجالس الحکمت کی ۱۲

ع یعنی بناوٹ کرنیوالوں میں سے نہیں ہوں ۱۲ ع حکم کیا ہمکو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ کبھی ننگے پیر بھی چل لیا کریں ۱۲

کندہ ہوا پہلے پہنا کرتے تھے۔ لیکن بعض دفعہ فتووں پر مہر کرنے کی بدولت عدالت میں جا اسوجہ سے مہر کرنا چھوڑ دی اور جب مہر کی ضرورت نہ رہی تو انگوٹھی کا پہننا بھی چھوڑ دیا۔ پھر تلف بھی ہو گئی۔ جوتا اکثر سادہ نری کا یا ادھوڑی کا پہنتے ہیں کبھی پھولدار یا تھوڑا کام پہن لیتے ہیں۔ کبھی ہواخوری کا جوتا دوسرا ہوتا ہے اور ہر وقت پہننے کا دوسرا اور اکثر موسم میں ہوتا ہے جبکہ شبنم زیادہ پڑتی ہے کیونکہ جنگل میں معمولی جوتا چار دن بھی کام نہیں د احقر جب ماہ شوال ۱۳۳۲ھ میں حاضر خدمت تھا تو دیکھا کہ پلنگ پر چادر ہے اور ڈوریوں سے بندھی ہوئی ہے حضرت والا نے خود ارشاد فرمایا کہ ڈوریاں اسواسطے باندھ دی ہیں کہ چادر ا دری سمٹ نہ جاوے اور تاکہ تیز ہوا میں چادر نہ اُڑ جاوے ورنہ کیا میں سیج بند لگاتا۔ یہ ڈوریا بہت پتلی سوت کی سفید رنگ بہت بھدّی تھیں۔ سرونپر نیلے رنگ کے کپڑے کا ایک ایک پھندنا باندھ دیا تھا غالبًا گھر میں کسی لڑکی کی بنائی ہوئی تھیں اور لمبائی میں صرف اتنی تھیں کہ دو پیچ پائے آجاویں اور پلنگ بھی بہت معمولی نیچے پایوں کا بانوں کا بنا ہوا تھا۔ پلنگ گھر میں بھی ایک اچھے پائے پٹی کے ہیں باقی معمولی بانس کی کھٹیں ہیں۔ جو چارپائیاں مدرسہ میں وقف اُن پر نمبر ڈلدیے گئے ہیں اور جب کسی طالب علم کو دیجاتی ہیں تو نمبر لکھ لیا جاتا ہے تاکہ ٹوٹ وغیرہ کی بازپرس کیجا سکے۔ مہمان خانہ کی چارپائیاں حضرت والا کی ملک ہیں اُن کی مرمت وغیرہ اپنے پاس سے کراتے ہیں۔ حضرت والا کی طبیعت آزادی پسند اسقدر ہے کہ کانپور اپنے مکان پر کھانا پکنے کا بکھیڑا ابھی نہیں رکھا تھا بعض طالب علم ایک جگہ کھانا پکواتے تھے اور شخص نہایت نیک نیت اور ایماندار تھا اُسی کے یہاں حضرت والا نے بھی اپنے دو آدمیوں کھانا بمعاوضہ پندرہ روپے ماہوار مقرر کر لیا تھا۔ مدتوں اسپر عمل رہا اور فرمایا کرتے تھے جب اس طرح کھانا حسب دلخواہ مل جاتا ہے تو کیا ضرورت ہے کہ ان جھگڑوں میں پڑوں کہ آج لکڑ نہیں آج آٹا نہیں آج نمک نہیں۔

حضرت والا کا معمول بالوں کے متعلق

حضرت والا کا یہ معمول رہا کہ کبھی بال رکھ لئے اور کبھی بالکل منڈا دیئے اور کبھی کانوں لو تک اور کبھی ذرا اُس سے بڑے بڑھا دیئے (یہ سب حدیث سے ثابت ہیں ان کو ذُفرہ لمّہ کہتے ہیں)۔

ف تعویذ گنڈے

حضرت والا تعویذ گنڈوں کے مشغلہ کو پسند نہیں کرتے ہاں کبھی کوئی نقش یا تعویذ لکھ بھی دیتے ہیں اور پانی بھی دم کر دیتے ہیں۔ درد کیلئے تربۃ ارضنا بریقۃ بعضنا لیشفی سقیمنا مٹی پر حسب طریقہ مسنون پڑھ دیتے ہیں چیچک کیلئے سورۂ رحمٰن کا گنڈا بھی بنا دیتے ہیں اور بفضلہ تعالے حضرت والا کے تعویذ یا دم کر دینے سے کامیابی فوری ہوتی ہے۔ اگر کبھی تعویذ مانگنے والوں کا ہجوم ہونے لگتا ہے تو بالکل موقوف کر دیتے ہیں۔ غرض عامل بننا نہیں چاہتے نہ اسکو پسند کرتے ہیں۔ بعض دفعہ فرمایا کہ عاملوں کی حالت اچھی نہیں پائی۔ فرماتے تھے کہ میں نے عملیات کی تحصیل کسی سے باقاعدہ نہیں کی دو چار عمل کی تو کسی سے اجازت و روایت ہے باقی سب بالبدیہہ تصنیف کر دیتا ہوں جو سمجھ میں آیا لکھ دیتا ہوں چنانچہ ہر شخص کے لئے تعویذ علیحدہ ہوتے ہیں۔

ف ایک آسیب زدہ لڑکی کا قصہ

بمقام قصبہ رامپور منیہاران قاضی انعام الحق صاحب کی لڑکی پر جن تھا اور بہت علاج ہو چکا تھا۔ آخر حضرت والا سے رجوع کیا تو عذر کیا کہ میں عامل نہیں ہوں جب عامل لوگ علاج کر چکے اور کچھ نہ ہوا تو میرے تعویذ وغیرہ سے کیا ہوگا۔ گھر میں حضرت پیرانی صاحبہ نے عرض کیا کہ اثر ہو یا نہ ہو آپ اسکو ایک رقعہ تو لکھیں۔ ممکن ہے کہ اس کو نیک ہدایت ہو اور ایذا مسلم سے باز رہے چنانچہ حضرت نے رقعہ لکھا کہ تم اگر مسلمان ہو تو ہم تم کو یاد دلاتے ہیں کہ شریعت کا حکم ہے کہ کسی مسلمان کو تکلیف نہ دو حق تعالے کے حکم سے تم اس فعل سے باز آؤ۔ اور اگر تم مسلمان نہیں ہو تو ہم تمکو فہمایش کرتے ہیں کہ اس لڑکی کو تکلیف نہ دو ورنہ ہم میں ایسے اشخاص بھی ہیں جو تم کو جبراً روکینگے اور ہلاک کر دیں گے یہ رقعہ لیکر وہاں آدمی پہنچا اور اس رقعہ کو سنایا گیا۔ جن نے کہا یہ ایسے شخص کا رقعہ نہیں ہے جس کا کہنا مانا نہ جاوے ہم جاتے ہیں۔ قرائن سے معلوم ہوا کہ وہ جن۔ شہامت خاں تھا جو حضرت والا کے مکان کے پاس مولوی ممتاز احمد صاحب کے محل پر رہتا ہے اس وقت لڑکی اچھی ہوگئی۔ چند روز کے بعد جن پھر آگیا گھر والوں نے پھر حضرت والا کے پاس آدمی بھیجا جیسے ہی آدمی چلا جن نے کہا میں جاتا ہوں آدمی کو مت بھیجو اسکے بعد بھی معمول ہو گیا کہ جب جن کا اثر پایا گیا اور گھر والوں نے کہدیا کہ ہم آدمی بھیجتے ہیں۔ بس جن چلتا بنا۔ مگر اخیر میں بالکلیہ انسداد اس کا حاجی محمد عابد صاحب کے تعویذ سے ہو گیا۔

ف تعویذوں میں اکثر قیود فضول ہیں

حضرت والا کے پاس ایک تعویذ طحال کا ہے اس میں اتوار اور بدھ کے دن کی قید تھی فرمایا یہ قید ایک امر زاید معلوم

ہوتی ہے شاید کسی نجومی کی گھڑت ہی اور بلا قید دن کے استعمال کیا اور نفع بدستور رہا۔ حضرت والا ہم طالب علموں کو مدرسہ جامع العلوم کانپور میں چند عمل اور تعویذ بھی تعلیم فرماتے تھے تاکہ بوقت ضرورت کام آویں۔

حضرت والا کے ماکولات

حضرت والا کو سرد اور مفرح چیزیں زیادہ مرغوب ہیں جیسے کدو۔ سیب۔ انار۔ امرود۔ الوچہ۔ سنترہ۔ اور پنیر بھی مرغوب ہی۔ سری پایوں کو بھی پسند فرماتے ہیں۔ دودھ کی برف نہایت مرغوب ہے ترش چیزیں ایک زمانہ میں زیادہ مرغوب تھیں لیکن اب اُنسے سر میں درد ہو جاتا ہی اسلئے ترک کر دیا۔

حضرت والا کی عادت سلام کرنیکی و مصافحہ بعد وعظ

حضرت والا خود سلام بکثرت کرتے ہیں اور اکثر ابتدا بسلام کا موقعہ دوسروں کو کم دیتے ہیں۔ حضرت کا وعظ آج دنیا میں ضرب المثل ہے چھ چھ سات سات گھنٹہ تک بیان ممتد ہو جاتا ہے اور کھڑے ہو کر بیان فرماتے ہیں۔ بعد وعظ شائقین مصافحہ پر گرتے ہیں اگرچہ حضرت کی تکان کی اُسوقت یہ نوبت ہوتی ہے کہ بعض دفعہ دیکھا کہ گھنٹہ گھنٹہ بھر تک آنکھیں بند کئے سر کو بُرا بیٹھے رہتے ہیں لیکن مصافحہ سے لوگوں کو محروم نہیں کرتے۔ ایک دفعہ فرمایا کہ میں اسوا سطے مصافحہ سے منع نہیں کرتا کہ خدا جانے کس کا نیک ہاتھ مجھکو بھی قیامت کے دن اپنی طرف کھینچ لے دیں یہ وہی جملہ ہے جو شیخ المشائخ حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ نے فرمایا تھا ہاں مصافحہ بعد الوعظ کو کچھ موجب ثواب یا ضروری نہیں سمجھتے چنانچہ دیوبند کے جلسہ عظمی دستار بندی میں مجمع میں انتشار پیدا ہو جانیکے خوف سے خاص انتظام کرکے خود تشریف لیگئے اور مصافحہ کسی سے نہیں کیا حضرت والا کو بوجہ تازہ صحت پانیکے ضعف بہت تھا اور مجمع قریب ۲۵ ہزار کے تھا اور مجمع کا منتشر ہو جانا اغراض جلسہ کیلئے مضر تھا اور اکثر اس مصافحہ کو نئے آنے والوں کیلئے گوارا کرتے ہیں اور ساتھیوں کے لئے بدعت فرما کر منع کر دیتے ہیں۔ مہمانوں سے معانقہ بھی فرماتے ہیں اور رخصت کرتے وقت کبھی کچھ دور تک تکلیف فرماتے ہیں ایک مرتبہ اس حقیر کیلئے مدرسے کے باہر تک تشریف لائے میں نے عرض کیا ہم جیسے خدام کے ساتھ تو ایسا نہ چاہیے فرمایا مشایعت سنت ہے۔

حضرت والا کی تہذیب

تہذیب حضرت والا کی اس درجہ بڑھی ہوئی ہے کہ ہر ایک ملنے والا یہ سمجھتا ہے کہ سب سے زیادہ مجھسے خصوصیت ہے موافق و مخالف ہندو مسلمان کوئی حضرت کے پاس

ناخوش اور کبیدہ خاطر نہیں جاتا اور لطف یہ ہے (میں اسکو کرامت کا مرتبہ کہتا ہوں) کہ کسی کی خوشامد نہیں طرفداری نہیں کتمان حق نہیں مداہنت نہیں۔ حق بات کہنی مگر اس تہذیب اور خوبی سے کہ دل آزاری کی ہوا بھی نہ لگے جواب الزامی دیں یا تحقیقی کسی طرح ناگوار نہ ہو۔ ایک اہل دل کا حضرت والا کی تقریر کی نسبت کیا ہی صحیح مقولہ ہے۔ **شعر**

از نصیحتہائ ناصح رنجش و آزردگی — طبع اہل معصیت را گرچہ طبعی اقتضا است
لطف حسن موعظت بیں کیں دوائی تلخ را — در قلوب سامعین وعظ او چوں قند جاست

ف محض حلم کمال نہیں

بعض لوگ اسوجہ سے ہر دلعزیز ہوتے ہیں کہ اُن کو غصہ نہیں آتا اور ہر شخص سے خود دب جاتے ہیں۔ حضرت والا میں یہ بات بھی نہیں غصہ بھی ہے بعض وقت ایسا تشدد کرتے ہیں کہ بعض کم فہم لوگ حضرت کو تنگ مزاج اور سدوکھا کہتے ہیں۔ یہ لوگ نہیں سمجھتے کہ حلم صرف کوئی کام کی چیز نہیں انسان کا کمال غضب وحلم دونوں صفتوں کے وجود سے ہو سکتا ہے۔ ہاں دونوں کو موقع اور محل پر صرف کرنا شرط ہے۔

ف حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جامع حلم وغضب تھے

دیکھو حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق تعالےٰ نے رحمۃ مجسم فرمایا ہے اور آپکے ترحم کی یہ حالت تھی کہ ایک شخص نے زمانہ جاہلیت میں اپنی لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کا قصہ بیان کیا تو حضور کی آنکھ سے بے اختیار آنسو نکل آئے اور فرمایا ثلاث القساوۃ یا ایک شخص نے ایک غزوہ میں کسی پرندہ کے گھونسلے میں سے بچہ پکڑ لیا تو وہ پرندہ اُسپر گرتا تھا اور چاہتا تھا کہ بچہ کو اُچک لے حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر پڑ گئی تو یہ حالت نہ دیکھی گئی اور فرمایا بچہ کو وہیں گھونسلہ میں رکھ کر آ ؤ۔ لیکن عرنیین کے مرتدین کے آپنے ہاتھ پیر کٹوائے اور آنکھوں میں گرم سلائیاں پھروائیں کہ وہ اندھے ہوگئے پھر اُن کو گرم ریتے میں ڈلوا دیا یہانتک کہ مر گئے اور اصلا رحم نہیں فرمایا کیونکہ اُنہوں نے بیت المال کے اونٹ والوں کیساتھ ایسا ہی کیا تھا۔ ؎

نکوئی بابداں کردن چنانست — کہ بدکردن بجائے نیک مرداں

تو حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم باوجود رحمت مجسم ہونیکے واغلظ علیھم کے بھی پابند تھے ایسے ہی حضرت والا میں صرف حلم نہیں بلکہ غصہ بھی ہے اور باینہمہ ہر دلعزیز ہیں اسکی حقیقت تو

حضرت والا ہر دلعزیز کیوں ہیں

یوضع لہ القبول فی الارض کا ظہور ہے اور صورت اُسکی یہ ہے کہ حضرت والا غضب اور حلم دونوں کو صحیح موقع پر استعمال کرتے ہیں اور یہ طبعی بات ہے کہ اپنے موقع پر ہر چیز سب کو اچھی معلوم ہو ہے ظاہرا کوئی انکار اور مخالفت بھی کرے مگر اندر سے دل مان لیتا ہے اور انصاف کی دلمیں گھس جاتی ہے اسی واسطے حاکم عادل ہر دلعزیز ہوتا ہے حالانکہ وہ سیاست بھی کرتا حدود و قصاص بھی قایم کرتا ہے۔ یہی اصلیت حضرت والا کے ہر دلعزیز ہونیکی۔

کسی پر جبر نہ کرنا

حضرت والا کی عادت شریف یہ ہے کہ کسی کے کام میں دخل نہیں دیتے نہ کسی کو کسی پر مجبور کرتے ہیں جو کام کسی سے کرانا بھی ہو تو فرماتے ہیں یہ کام ہے اور اسکی یہ ضرورت ہے آپ اسے کرنا چاہیں اور آپکے کسی مصلحت کے خلاف نہو تو کیجئے اور اس طور سے کہتے ہیں کو یہ یقین ہوجاتا ہے کہ میں بالکل آزاد ہوں اگر یہ کام نہ کروں تو ذرا بھی خلاف مزاج نہ ہو چنانچہ دوسری ذیقعد ؁۱۳۳۲ھ کا واقعہ ہے کہ مولنا حکیم معین الدین صاحب خلف جناب مولنا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نانوتہ میں علیل تھے مولینا کے صاحبزادوں کو احقر کے تھانہ بھون میں کی اطلاع تھی ایک صاحبزادے مولوی ہارون صاحب احقر کو بلانے کیلئے تشریف لائے کثرت بارش ریل بند تھی گھوڑے پر آئے جس وقت تھانہ بھون پہنچے تو دوپہر کا وقت تھا بندہ گھر میں تھا حضرت والا سے اُنہوں نے اپنا ارادہ اور ضرورت ظاہر کی حضرت نے احقر کو بلا کر فرمایا یہ اسواسطے آئے ہیں اگر تمہاری کسی مصلحت کے خلاف نہو تو نانوتہ ہو آؤ میں نے عرض جناب کے اس طرح فرمانے کی ضرورت نہیں خادم کو جو حکم دیں اسکی تعمیل کریگا اور میں تو اسکو اپنے باعث سعادت سمجھتا ہوں چنانچہ بندہ نانوتہ گیا ◆

حضرت والا کی پھرتی

حضرت والا کام میں اسقدر جلدی اور پھرتی اور نگہداشت کرتے ہیں کہ بلا پورا کئے چین نہیں اگر کوئی مضمون دقیق ہوتا ہے تو پنسل کاغذ سوتے وقت بھی پاس رکھ لیتے ہیں اگر کسی وقت مضمون سمجھ میں آگیا تو فوراً قلمبند کرلیتے ہیں۔ ۱۵- جمادی الثانی ؁۱۳۳۳ ہجری روز جمعہ کا واقعہ ہے احقر تھانہ بھون میں حاضر تھا اسی کتاب مجالس الحکمت کا ایک مضمون حضرت کو سنایا وہ مضمون حضرت سنکر خاموش ہو رہے اور جمعہ کا وقت قریب ہوگیا۔ حضرت مکان کو تشریف لیگئے اور دیگر خدام غسل وغیرہ میں مصروف ہوگئے بعد فراغ ساڑھے بارہ بجے کے قریب

ف کام کو ٹالنا نہ چاہیے

جامع مسجد کو چلے مدرسے سے نکلتے ہی دیکھا کہ حضرت والا دھوپ میں سر مبارک پر رومال ڈھانکے ہوئے مکان سے مدرسہ کی طرف تشریف لا رہے ہیں احقر نے لپک کر عرض کیا کہ جمعہ کا وقت قریب ہے ہمارا خیال تو تھا کہ حضور والا جامع مسجد تشریف لیجا چکے ہونگے اسوقت کیا ضرورت پیش آئی کہ مدرسہ کا ارادہ کیا فرمایا غسل کرنے میں تیرے مضمون پر ایک اشکال سمجھ میں آیا وہ ظاہر کرنیکے واسطے تیرے پاس جاتا تھا خدا جانے پھر یاد رہے نہ رہے جو کام ٹل جاتا ہے پھر ٹل ہی جاتا ہے ایک مرتبہ فرماتے تھے کہ لوگوں کی عادت تو یہ ہے کہ جب کوئی کام قریب ختم ہوتا ہے تو اُن کو اطمینان ہو جاتا ہے اور مجھے جب کام تھوڑا رہجاتا ہے تو اور زیادہ دباتا ہے۔ جب کلید مثنوی دفتر ششم لکھی جاتی تھی اور کام قریب ختم ہوا تو ایک روز حضرت والا بعد مغرب لکھنے بیٹھے اور رات بھر لکھا حتی کہ صبح ہوگئی اور کتاب کو ختم کرکے چھوڑا اس فرط محنت کا اثر یہ ہوا کہ دماغ میں بے انتہا یبوست ہوگئی اور ناک میں ایک پھنسی ایسی نکل آئی کہ نہایت تکلیف ہوئی اور صورت طاعون کیسی پیدا ہوگئی مگر بحمد اللہ خیریت رہی کئی دن آرام کرنے سے یہ عوارض رفع ہوئے۔

ف حضرت والا کی بے تکلفی

حضرت والا ملنے والوں اور خدام سے ایسے بے تکلف ہیں کہ ایک گاؤں میں تشریف لیگئے احقر اور تین چار خدام اور بھی تھے۔ گاؤں والوں نے بہت سے گنے لاکر سامنے ڈالدیے خدام لپٹ پڑے اور چوسنا شروع کیا تو حضرت فرماتے ہیں ہمیں بھی تو گنا دیدو مانگ مانگ کر خوب گنے چوسے۔ ایک مرتبہ میرٹھ تشریف لائے اور مدرسہ خادم العلوم میں بعد عصر وعظ فرمایا موسم نہایت گرمی کا تھا تھکان زیادہ ہوگیا مغرب کی نماز پڑھ کر احقر سے فرمایا تیرا مکان کچھ دور ہے۔ عرض کیا نہیں بہت قریب ہے۔ فرمایا تھوڑا شربت بنا لاؤ۔ احقر شربت برف سے ٹھنڈا کرکے لایا۔ دیکھا تو ایک اور جگہ سے شربت آچکا تھا اور حضرت پی رہے تھے۔ مجھے دیکھ کر فرمایا تیری دلشکنی نہ کرونگا تیرا شربت بھی پیونگا۔

ف عیادت

حضرت والا خدام اور شناساؤں کی عیادت بھی فرماتے ہیں اور دکھ درد میں شریک ہوتے ہیں مال سے بھی اور جسم سے بھی۔ بچوں سے اس قدر محبت فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں کو یہ خیال ہوا کہ حضرت خود چونکہ لاولد ہیں اسواسطے بچوں کی بھڑک ہے حالانکہ یہ بات نہیں جیسا کہ حکمت پنجاہ و چہارم میں بیان ہوچکا ہے۔ ایک دفعہ حضرت والا مدرسہ جامع العلوم کانپور میں جماعت اول کو درس دے رہے تھے لاولدی کا ذکر ہوا تو ہم طلبا نے عرض کیا کہ کاش حضرت کے بھی کچھ اولاد ہوتی فرمایا

ف بچوں اور طالبعلموں پر شفقت

ارے بھائی کیا کرنا ہے خدا جانے کیا کیا خرابیاں پیدا ہوتیں تمہیں لوگ میری اولاد ہو۔

بے تحقیق روایت نکرنا

بے سند سنی سنائی بات روایت کرنے اور بے سوچے سمجھے کوئی بات کہنے سے سخت ناراض ہوتے ہیں۔ زائرین اور خدام کو اسکی احتیاط چاہیے کوئی روایت بلا کافی تحقیق کے بیان نہ کریں اور اگر کوئی بات حضرت والا فرمادیں تو اسکو اچھی طرح سمجھ لیں اور بلا سمجھے اسکی تعمیل پر آمادہ نہ ہوجاویں سمجھ میں دیر میں آنے سے حضرت کبیدہ نہیں ہوتے البتہ جلدی کرنے سے غلطی ہوتی ہے تو ناراض ہوتے ہیں اور جواب طلب کرتے ہیں پھر جواب دینا کا ہے وارد طل کہا کرتے ہیں کہ حضرت چاہے جتنا مار پیٹ لیں مگر جواب نہ طلب فرمادیں من نوقش فی الحساب هلک۔

تقریر یا تحریر میں تصنع اور تکلف سے نفرت

باتیں چبا چبا کر اور بنا بنا کر کرنے کو پسند نہیں فرماتے سیدھے سادے الفاظ میں مطلب ادا کرنیکو اچھا سمجھتے ہیں۔ حتیٰ کہ بعض خاص عزیزوں نے بیماری کی حالت میں مزاج پرسی کیلئے خط لکھا جسمیں اس قسم کے الفاظ تھے "سنا گیا ہے کہ خدام والا کے دشمنوں کا مزاج کچھ ناساز ہے بدرجہ غایت تردد ہے امید کہ کسی خادم کو مامور فرمادیں کہ تا وقت صحت کلی مزاج وہاج کی کوائف عالیہ سے ہر روز بذریعہ ایک گرامی نامہ کے مفخر و ممتاز فرماتے رہیں" پڑھکر فرمایا کہ اس قدر تصنع کے لحاظ سے تو اس واسطے برا ہے کہ اپنا وقت لکھنے میں اور میرا وقت پڑھنے میں ضائع کیا اور طب کے لحاظ سے اسواسطے برا ہے کہ مریض کی حالت کا اقتضا یہ ہی کہ اس سے اتنا کام نہ لیا جاوے جتنا صحت میں لیا جاتا ہے اور یہ اس کا عکس ہے کہ صحت میں تو خط چھوٹے آتے تھے اور مرض میں لمبے چوڑے جن کے دیکھنے میں مریض کو ضرور تکلیف ہو اور مرض میں ڈاک زیادہ جمع ہوجاتی تو کلفت پر کلفت ہوجاتی ہی اور مطلب کچھ بھی نہیں جو صرف اس لفظ سے ادا ہو سکتا ہی کہ طبیعت کیسی ہے۔ بعض صحبت یافتہ خدام اس کا لحاظ رکھتے اور بہت مختصر القاب و آداب کے بعد صرف یہ لکھتے تھے کہ اب حضور کی طبیعت کیسی ہے۔ جواب میں حضرت صرف اتنا لکھدیتے کہ الحمد اللہ اب تخفیف ہی یا اچھا ہوں۔

زیادہ تعظیم سے نفرت

زیادہ تعظیم کو ناپسند کرتے ہیں بعض لوگ لکھنوی تہذیب برتتے ہیں اس سے حضرت کو کوفت ہوتی ہی۔ ایک صاحب آئے اور حضرت والا سے بہت دور مسجد میں حضرت کی طرف منہ کرکے دوزانو بالکل اس طرح بیٹھے جیسے نماز میں بیٹھتے ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ خشوع کیساتھ۔ فرمایا مجھے قبلہ نہ بناؤ۔ پس پشت بیٹھنے کو ناپسند کرتے ہیں حتیٰ کہ نماز کے

کوئی پیچھے پڑے اور جگہ ہو تو ناگوار ہوتا ہے اس میں ایک خرابی یہ بھی ہے کہ اگلا آدمی پچھلے کا مقید ہو جاتا ہے اس واسطے عام طور سے منع فرمایا کرتے ہیں کہ کسی کے پیچھے نماز نہ پڑھو۔

دستور العمل اضیاف

مہمانوں کیساتھ حضرت والا کا دستور العمل۔ حضرت کے یہاں مہمان بکثرت آتے ہیں کوئی دن خالی نہیں جاتا کہ دو چار مہمان نہوں اور حضرت اس خندہ پیشانی سے مہمانوں کو لیتے ہیں کہ اُسکا لطف وہی جانتا ہے جو ایکدفعہ مہمان ہو چکا ہو خواہ کسی تعداد سے مہمان پہنچ جاویں کبھی نہیں اُکتاتے۔ بلکہ خوش ہوتے ہیں اور نہ ظاہرداری اور دکھاوے کا خوش ہونا بلکہ دل سے مسرور ہوتے ہیں بعض دفعہ ارشاد فرمایا کہ میں ناخوش کیوں ہوں مہمان اپنی قسمت ساتھ لاتا ہے۔ جب تھانہ بھون کو ریل جاری ہوئی تو زمینداران قصبہ نے اسٹیشن کیلئے قصبہ میں جگہ نہ دی ناچار اسٹیشن قریب ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر بنایا گیا مگر حضرت والا نے اسکی بہت کوشش کی کہ اسٹیشن قصبہ ہی میں بنجاوے تاکہ مہمانوں کو تکلیف نہو۔ لیکن حکام ریلوے نے منظور نہ کیا حضرت والا نے پھر کوشش کی یہانتک کہ اسٹیشن کا خرچ بھی چندہ سے دینا اپنے ذمہ لے لیا مگر منظور خدا نہ تھا کامیابی نہوئی تاہم اسٹیشن کے متصل مسجد سے ملا ہوا زنانہ اور مردانہ مسافرخانہ بنوا دیا تاکہ مہمانوں کو آرام ملے اور ابتک بھی اگر کوئی امید کامیابی کی ہو تو اسٹیشن کیلئے کوشش کرنیکو تیار ہیں۔ کبھی سفر کو جانے کا اتفاق ہوتا ہے اور پیچھے مہمان آتے ہیں تو بڑی تکلیف ہوتی ہے اس کیلئے ایک دفعہ یہ قاعدہ مقرر فرمایا کہ ہر مہینے کے پہلے ہفتہ میں سفر کریں اور تین ہفتہ نہ کریں اور اسکی عام اطلاع کروں تاکہ لوگ پہلے ہفتہ میں نہ آویں۔ لیکن مہمان صاحبان نے کچھ اس قاعدہ کی طرف توجہ نہ کی اور اپنی غلطیوں سے تکلیفیں اُٹھائیں جس سے حضرت کو رنج پہنچا اب وہ قاعدہ بھی نہیں رکھا۔ اور چونکہ مہمان ہر قسم کے آتے ہیں عامی بھی عالم بھی سمجھدار بھی اور ناسمجھ بھی۔ بعض دفعہ قرب و جوار کے لوگوں نے یہ کیا کہ آتے جمعہ کی نماز کیلئے اور مہمان بن جاتے حضرت کے یہاں اور ایسے وقت پہنچتے کہ کھانیکا انتظام ہو چکتا اُسوقت دوبارہ کھانا پکنے میں سخت دقت ہوئی اور بلا ضرورت و بلا وجہ ان سب ضرورتوں کو دیکھ کر قواعد ذیل مقرر فرما دیے ہیں۔

قواعد متعلقہ اضیافت

(۱) جو صاحب تھانہ بھون کا ارادہ کریں وہ پہلے تحقیق فرمالیں کہ حضرت والا وطن میں تشریف فرما ہیں یا نہیں اگرچہ سفر بہت ہی کم کر دیا ہے مگر پھر بھی اتفاق ہو ہی جاتا ہے۔

(۲) جو صاحب تشریف لاویں اگر یہ شبہ ہو کہ حضرت کو ہمارا مہمان ہونا معلوم نہیں ہوا تو ب تکلف مطلع فرمادیں کہ ہم آپکے مہمان ہیں رسم و رواج کیموافق نہ کریں۔

(۳) جو مہمان صاحب تنہائی میں کچھ کہنا چاہیں وہ عصر کے بعد اپنا نام لکھ کر حضرت والاکو دی بعد مغرب تنہائی کا موقعہ دیا جاویگا جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔

(۴) جس وقت حضرت والا خطوط یا مسائل کے جواب تحریر فرمانے میں مشغول ہوں اسوقت پاس جمکر نہ بیٹھیں کہ اس سے بسا اوقات سہو و غلطی ہو جاتی ہی اور اگر بیٹھنا ہو تو خاموش بیٹھیں یا کوئی ضروری بات کرنی ہو تو مختصر الفاظ میں کر کے جلد فراغت کرلیں ۔

(۵) مہمانوں کو مہمان خانہ اور جملہ ضروریات تبلادیے جاتے ہیں اور اسباب کو مہمانخا میں متقفل کر کے کنجی اُنکے حوالہ کردیجاتی ہے اُن کو مناسب ہے کہ جب تشریف لیجاویں کنجی اُس شخص کے حوالے کردیں جسنے اُنکو دی ہو۔

(۶) جمعہ کے دن قرب و جوار کے لوگوں کی مہمانداری اور کھانیسے معذوری ہی مکان س کھانا لیکر آویں یا کھانا کھا کر چلیں۔

(۷) مہمانوں کو چاہیے کہ اگر شہر میں کسی کام کیلئے جانا ہو تو اطلاع کر کے جاویں تاکہ کسی ضرور کیلئے یا کھانیکے وقت اُن کو تلاش نہ کرنا پڑے اس کا خاص طور سے خیال چاہیئے۔

راقم کہتا ہی کہ دیاسلائی اور تیل مہمانخانہ میں حضرت والا کی طرف سے رہتا ہے چلتے وقت دیاسلائی اور چراغ کو ڈھنگ سے رکھ دیں تاکہ دوسرے مہمانوں کو سہولت ہو۔ دو تین گد اور لحاف بھی مہمانوں کے لئے تیار رہتے ہیں مگر مناسب ہے کہ اوڑھنے بچھانیکا سامان ساتھ لاویں کیونکہ بعض دفعہ مہمان زیادہ ہو جاتے ہیں تو دقت ہوتی ہے۔ مدرسہ کے حوض میں کپڑا نہ دھوئیں اگر کپڑا دہونا ہو تو پانی علیحدہ لیکر دہو دیں لہ فائدہ سفر کے متعلق کوتاہیاں اور اُن کی اصلاح حضرت والا نے رسالہ القاسم دیوبند میں پرچہ شعبا ورمضان ۱۳۳۳ھ میں درج فرمائی ہیں وہ مطالعہ کرنے کی چیز ہے۔

حکایت - ایک صاحب تشریف لائے اور بہت دور سے پچاس آم بڑے شوق

لہ ہمہ آں از ظل صفحہ ۱۲ ـ

اور حضرت والا کے نذر کیے حضرت نے لیلیے مگر فرماتے تھے کہ دل نے قبول نہیں کیا پھر بھیج دیے اور کہلوا دیا کہ ان کو کوئی کھائے نہیں۔ کھانیکے وقت اُن مہمان صاحب کی تلاش ہوئی مگر نہیں ملے۔ تھوڑی دیر انتظار کرکے دیگر مہمانوں کو کھانا کھلا دیا گیا وہ صاحب بہت دیر کے بعد تشریف لائے۔ حضرت نے دریافت فرمایا کہاں رہے۔ عرض کیا قصبہ میں میرے ایک شناسا ہیں اُن سے ملنے گیا اُنہوں نے نہ چھوڑا حتیٰ کہ کھانا کھلا کر اُٹھنے دیا۔ فرمایا اُن کا اصرار ایسا وقیع تھا کہ پہلی قرارداد کیلیئے ناسخ ہوگیا۔ عرض کیا میں مجبور ہوگیا۔ فرمایا آپ بچے تھے کہ اُنہوں نے پکڑ کر بٹھالیا۔ عرض کیا قصور ہوا میں اسکی معافی چاہتا ہوں۔ فرمایا یہ کیا اچھا لفظ ہے جس سے اُن مہمانوں کی تکلیف کا بھی تدارک ہوگیا۔ جو آپ کی وجہ سے بھوکے مرے اور میرے انتظار کی کلفت بھی مٹ گئی اور جس نے روٹیاں پکائیں اور چولھے سے سر مارا اُس کا تکان بھی جاتا رہا۔ اور خادم سے فرمایا وہ آم ان کے واپس لادو۔ اُنہوں نے بالحاح عرض کیا کہ میں ان کو بڑے شوق سے اور بہت دور سے لایا ہوں ایسا نہ کیجیے۔ فرمایا نہیں بلا اسکے آپ کو کیسے معلوم ہوگا کہ محنت کے بعد چیز کے کارآمد نہونے سے کیا تکلیف ہوتی ہے آپنے آم لانے میں کوئی تکلیف نہیں اُٹھائی اُس سے پوچھنا چاہیے جس نے آپکے واسطے آٹا گوندھا روٹی پکائی اور چولھا جھونکا۔ عرض کیا اور جو مزاج چاہے سزا دیدیجیے مگر آم واپس نہ کیجیے ان کو میں کیا کرونگا۔ فرمایا میں کوئی حاکم نہیں ہوں جو سزا دوں۔ ہاں ہدیہ کا قبول کرنا نہ کرنا میرے اختیار میں ہے میں نہیں قبول کرتا اور جو کھانے کا آپکے میزبانوں نے کیا ہوگا وہی آموں کا آپ بھی کریں۔ پھینک دیجیے یا بانٹ دیجیے۔ غرض وہ آم حضرت نے قبول نہیں کئے اور بیچارے واپس لیگئے۔

حکایت

حکایت۔ ایک شخص حضرت والا کے یہاں بہت دفعہ آیا اور دو دو دن اور چار چار دن حتیٰ کہ ایک دفعہ پندرہ دن مہمان رہا۔ خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ سامنے آئے اور نہایت ناخوشی کے لہجہ میں اور ترش رو ہوکر ایک دوسرے شخص سے کہا کہ یہ وہ ہے جو بیعزتی کے ساتھ حضرت کے یہاں کھانا کھاتا ہے۔ دوسرے شخص کو مخاطب کرنا اور اس سے تصریحاً نہ کہنا شاید اسوجہ سے ہے کہ یہ حضرت والا کا مہمان تھا اور حضرت اپنی ذات سے مہمان

ایذاء [illegible]

ذرا نہیں اُکتاتے تو کسی دوسرے کو ٹوکنے کا کیا منصب ہے یہ مدعی سُست اور گواہ چست کا مصداق ہے۔ حضرات اہل اللہ خود تکلیف کو گوارا کر لیتے ہیں مگر حق تعالیٰ اُن کی تکلیف کو گوارا نہیں فرماتے اور اُن کی دل آزاری کی سزا کبھی اُن کے عفو سے بھی رفع نہیں فرماتے حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ لوگوں سے علیحدہ رہتے تھے اس وجہ سے کہ لطافت مزاج کی وجہ سے بدصورت آدمی کو دیکھنے سے تکلیف ہوتی تھی اور اُس شخص پر منجانب اللہ عتاب ہوتا اور کوئی سزا مل جاتی تھی آپ نے دعا بھی فرمائی کہ یہ میرا حق ہے میں معاف کرتا ہوں کسی کو میری وجہ سے سزا نہ پہنچا دے مگر یہ دعا قبول نہیں کی گئی۔ اسواسطے آپ علیحدہ رہتے تھے۔ حدیث سے اس کا ثبوت اِنِّیْٓ اَرٰی رَبَّکَ یُسَارِعُ فِیْ هَوَاکَ اَوْکَمَا وَرَدَ ہے جبکہ حق تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کی خواہشات کو پورا فرماتے ہیں تو اُن کی ذراسی بھی تکلیف کو کیسے منظور فرما سکتے ہیں۔ ان حضرات کی طرف سے مہمانوں سے تنگدلی نہ سہی مگر خود مہمانوں کو مناسب ہی کہ بارندالیں هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ جب تم سے وہ اچھی طرح پیش آتے ہیں اور تمہارے آرام و آسایش سے اُن کو خوشی ہوتی ہے تو تم کو بھی اُن کی آسایش کی تدبیر کرنی چاہیے نہ کہ تکلیف کی اور انصاف کی بات تو یہ ہی کہ ایک وقت کا بھی بار اُنپر نہ ڈالا جائے جب عدالت میں حاکم کے پاس جاتے ہیں تو کیا اُسکے یہاں مہمان ہوتے ہیں یا طبیب کے پاس علاج کیلئے جاتے ہیں تو کیا کھانا اور مہمانداری بھی اُسکے سر ہوتی ہے حاشا وکلا بلکہ نذرانہ لیکر اگر وہ توجہ سے بات کر لے تو اپنی خوش قسمتی سمجھتے ہیں۔ پھر یہ حضرات طبیب روحانی ہونیکے طبیب جسمانی سے اس امر کے زیادہ مستحق ہیں اور اگر اُن کے کرم یا اپنی ضرورت وغیرہ سے مہمان رہنے ہی کا موقع ہو تو حدیث میں ضیافت کے متعلق یہ آیا ہے جائزۃ یوم ولیلۃ والضیافۃ ثلثۃ ایام فما بعد ذالک فھو صدقۃ یعنی مہمان کی دعوۃ ایک وقت ہے اور مہمانی تین دن اور اُسکے بعد خیرات ہے جس کو خیرات و بھیک کھانی ہو وہ ایسا کرے اگر زیادہ رہنا ہو تو اپنا انتظام آپ کریں جہاں اور طلبہ کے کھانیکا انتظام ہو وہاں یہ بھی کر لیں فائدہ۔ چونکہ حضرت والا کو مہمانوں پر بہت زیادہ شفقت ہی اسواسطے یہاں مہولت مہمانان کیواسطے تھانہ بھون کے سفر کے متعلق بعض کارآمد باتیں بتا دینا بھی مناسب ہے

سفر تھانہ بھون کیلئے کارآمد باتیں

سفر تھانہ بھون کیلئے کار آمد باتیں

تھانہ بھون ضلع مظفر نگر میں مشہور و معروف قصبہ ہے۔ کسی وقت میں بڑا شہر تھا جسکی آبادی کسی وقت اڑتالیس ہزار اور قریب غدر چھتیس ہزار تھی مگر اتفاقات زمانہ سے اب چھ سات ہزار سے زیادہ نہیں ہے۔ تھانہ بھون سے کچی سڑکیں ہر طرف سے ملی ہوئی ہیں لیکن ریل کا راستہ صرف سہارنپور یا شاہدرہ سے ہے۔ سہارنپور شاہدرہ چھوٹی لین (ایس ایس لائٹ ریلوی پر تھانہ بھون اسٹیشن ہے۔ سہارنپور سے پچیس میل کا فصل ہے اور کرایہ ریل ﮯر۔ اور شاہدرہ سے اکہتر میل ہے اور کرایہ (عہر) ہے۔ ریل چھوٹی ہے اور چال بہت سست ہے اسوجہ سے شاہدرہ کی طرف سے سفر کرنے میں وقت بہت زیادہ خراب ہوتا ہے دس گھنٹہ کا راستہ ہے۔ اسٹیشن قصبہ جلال آباد اور تھانہ بھون کے بیچ میں بنایا گیا ہے باوجودیکہ لین قصبہ تھانہ بھون سے بالکل ملی ہوئی گئی ہے مگر اسٹیشن تقریباً ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر ہے اسٹیشن سے قصبہ تک سڑک خام ہے اور بالکل جنگل ہے مزدور یا سواری اسٹیشن پر کبھی ملتی ہے اور کبھی نہیں اور ملتی بھی ہے تو بیل گاڑی اور کبھی یکہ یا ٹمٹم بھی مل جاتے ہیں۔ اس واسطے سفر کنندگان کو مناسب ہے کہ حتی الامکان اسباب و سامان اپنے ہمراہ بہت کم لاویں اور رات کی ریل سے نہ اتریں بالخصوص موسم برسات میں اور اگر رات کے اترنیکا اتفاق ہو تو مسافر خانہ میں آرام کریں اور صبح کو قصبہ کا قصد کریں کیونکہ راستہ خدشہ سے بھی خالی نہیں (حضرت والا کی سعی سے مسجد اور مسافر خانہ زنانہ و مردانہ اسٹیشن پر عام چندہ سے جس میں زیادہ حصہ جناب رئیسہ بھوپال کا ہے بن گیا ہے اور ایک ملا صاحب وہاں رہتے ہیں) اگر اسباب زیادہ ہو یا زنانی سواریاں ساتھ ہوں تو اسباب ملا صاحب کے سپرد کریں اور مستورات کو زنانہ مسافر خانہ میں چھوڑ کر خود قصبہ شریف لیجاویں اور سواری وغیرہ کا انتظام کرلائیں یا ملا صاحب کو قصبہ بھیجکر سواری کا انتظام کرائیں ملا صاحب نہایت معتمد آدمی ہیں اسی غرض سے وہاں رکھے گئے ہیں کہ مسافروں کو آرام ملے آجکل ریلوں کے وقت یہ ہیں۔

ریل کے اوقات

	ایک گاڑی	دوسری گاڑی	
سہارنپور سے تھانہ بھون کو	۱۰ بجے دن کو	۹ بجے رات کو	جو لوگ جمعہ کے دن اسٹیشن پر اتریں وہ اگر فوراً قصبہ کو چلے جاویں تو جمعہ مل سکتا ہے۔
شاہدرہ سے تھانہ بھون کو	۹ بجے رات کو	۱ بجے دن کو	
تھانہ بھون سے سہارنپور کو	۴ بجے شام کو	۵ بجے صبح کو	
تھانہ بھون سے شاہدرہ کو	۱۲ بجے دن کو	۱۱ بجے راتکو	

حضرت والا کے جمعہ کے دن کے معمولات

حضرت والا جمعہ کے دن اور دنوں سے کسی قدر سویرے کھانا کھاتے ہیں اور قیلولہ نہیں فرماتے غسل وغیرہ سے فارغ ہوکر جامع مسجد تشریف لیجاتے ہیں اور دھوپ[عہ] گھڑی کے ایک بجے جمعہ کی نماز پڑھاتے ہیں خطبہ علی العموم مولٰنا اسمٰعیل صاحبؒ کا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلَی الذَّاتِ عَظِیْمِ الصِّفَاتِ الخ یا فقیہ ابو اللیث کا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَمْ یَزَلْ وَّلَا یَزَالُ الخ پڑھتے ہیں رمضان میں آخری جمعہ کو الوداعی خطبہ کو بدعت فرماتے ہیں جیسا مواعظ میں بہت جگہ موجود ہے۔ اگر کوئی مانع موجود نہ ہو تو حضرت وعظ بھی فرماتے ہیں جسمیں وقتی ضرورات کا بیان ہوتا ہے اور اگر زکام ہوا یا کوئی اور مانع موجود ہوا تو کئی کئی جمعہ وعظ سے خالی جاتے ہیں (حق یہ ہے کہ حضرت کا تو ہر وقت وعظ ہی ہوتا ہے لوگوں سے جو کچھ بات چیت کرتے ہیں وہ وعظ سے بھی زیادہ مفید اور جوامع الکلم کی قبیل سے ہوتی ہیں شائقین و زائرین وعظ ہی کو اپنا مطمح نظر نہ بنا دیں نہ وعظ پر اصرار کریں) بعد نماز جمعہ کے مدرسہ میں تشریف لاتے ہیں اور ڈاک کا کام اور دیگر معمولات میں مصروف ہو جاتے ہیں جیسا کہ مذکور ہوا۔

رمضان کے معمولات

رمضان میں حضرت والا اکثر خود قرآن شریف سناتے ہیں اور بلا مانع قوی قرآن سنانا نہیں چھوڑتے نصف قرآن تک سوا پارہ پھر ایک پارہ روز پڑھتے ہیں شب بست و ہفتم کو اکثر ختم کرتے ہیں۔ جو خوبیاں حضرت والا کے پڑھنے میں ہیں وہ سُننے ہی سے تعلق رکھتی ہیں ترتیل وہی رہتی ہے جو عام طور سے نماز پڑھانے میں ہوتی ہے۔ اگر کبھی جلدی بھی پڑھانا ہوتا ہے تو حرفوں کا تناسب وہی قایم رہتا ہے جو آہستہ پڑھنے میں ہوتا ہے اوقاف و لہجہ کی رعایت جیسی حضرت والا کے پڑھنے میں ہوتی ہے کہیں کم پائی جا سکتی ہے۔ یاد اتنا اچھا ہے کہ متشابہ شاذونادر ہی لگتا ہے۔ قرآن شریف سے طبعاً حضرت والا کو ایسی مناسبت ہے کہ گویا از اول تا آخر نظر کے سامنے ہے کوئی لفظ یا کوئی آیت پوچھی جاوے کہ کہاں آئی ہے تو بالبدیہہ جواب دیسکتے ہیں ایک مرتبہ بمقام کانپور جماعت تراویح میں مجمع اس قدر ہوتا تھا کہ جو کوئی مغرب کے بعد بہت پھرتی کے ساتھ کھانا کھا کر پہنچ گیا تو جگہ ملی ورنہ محروم رہا۔ اس قدر مجمع میں سجدہ تلاوت کرنے میں دقت تھی اور بہتوں کی نماز جاتے رہنے کا اند

[عہ] دھوپ گھڑی کو ریلوے وقت سے قریب [illegible] منٹ کا فرق ہے تو جمعہ ریلوے وقت سے ۱ بجے کے قریب ہوتا ہے۔

ف سجدہ تلاوت نیت کرنیسے رکوع میں ادا ہوجاتا ہی

تھا اسواسطے اُس روایت پر عمل کیا گیا کہ آیت سجدہ کے بعد اگر[عہ] فوراً رکوع کیا جاوے تو سجدہ صلوۃ میں سجدہ تلاوۃ بھی ادا ہوجاتا ہے مگر تعریف یہ ہے کہ رکعتیں چھوٹی بڑی نہیں ہوتیں یہ نہایت درجہ کا کمال ہے کہ شاید ہی کوئی حافظ اس پر قادر ہے۔

ف اعتکاف

رمضان میں روزہ عموماً مدرسہ میں مہمانوں کے ساتھ افطار فرماتے ہیں اور اذان اول وقت بہت ٹھیک وقت پر ہوتی ہے اور اطمینان کیساتھ افطار کرکے ہاتھ دہوکر کلی کرکے اطمینان وسکون نماز کیلئے کھڑے ہوتے ہیں اذان اور جماعت کے درمیان اتنا وقت بخوبی ہوتا ہے کہ کوئی چاہے تو اطمینان سے وضو کرلے اور تکبیر اولے بخالے۔ اہل محلہ اپنے گھروں پر افطار کرکے بخوبی تکبیر اولی میں شریک ہوتے ہیں۔ نماز مغرب سے حسب معمول مع اوراد فارغ ہوکر کھانا نوش فرماتے ہیں اور عشا کی نماز کیلئے روزانہ وقت کے قریب ہی کھڑے ہوتے ہیں تراویح نہایت اطمینان کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ بین الترویحات اذکار مسنونہ ادا فرماتے ہیں۔ رکعات کے رکوع وسجود ایسے ہی ہوتے ہیں جیسے تمام نمازوں کے۔ تہجد کے وقت بھی اکثر سرّی اور کبھی قرأت جہری کرتے ہیں اگر مسجد میں بوجہ معتکف ہونے کے ہوتے ہیں تو لبسا اوقات حضرت کے پیچھے تہجد میں دو چار آدمی مقتدی بن جاتے ہیں اور حضرت اسکو منع نہیں کرتے ہاں اس کا اہتمام بھی نہیں کرتے کہ تہجد جماعت کیساتھ ہوا کرے بلکہ ایک مرتبہ یہ بھی دیکھا کہ آنکھ ذرا دیر میں کھلی تو مقررہ قرآن دو رکعت میں پڑھ کر فرمایا سحری کھالو پھر اگر وقت بچے تو اپنا اپنا تہجد پورا کرلو۔ بعد تہجد آرام فرما کر فجر کے لئے حسب معمول اُٹھ بیٹھتے ہیں اور دن اور رات کے تمام معمولات برابر جاری رہتے ہیں۔ کبھی اعتکاف بھی کرتے ہیں پورے عشرہ اخیرہ یا تین روز اعتکاف میں رہتے ہیں۔ اُس وقت انوار وبرکات کا گویا مینہ برستا ہے حضرت والا کی زبان کو حق تعالے نے ابر باران حقائق ومعارف بنایا ہے ہمیشہ اُس سے جواہر بے بہا کی بارش ہوتی ہے بالخصوص اُسوقت میں کہ بلاشک وشبہ اجود من الریح المرسل[عہ] کا ظہور ہوتا ہے۔ یہ وقت شائقین اور زائرین کیلئے خدا داد نعمت ہے جس کو نصیب ہو

[عہ] یعنی تین آیتیں آیت سجدہ کے بعد نہ پڑھی جاویں۔ ۱۲

[عہ] ترجمہ زیادہ سخی چلتی ہوا سے ۱۲۔ یہ لفظ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں رمضان کے حالات میں وارد ہے ۱۲

کہ دن رات میں ایک لمحہ کیلیے آنکھوں کی ٹھنڈک دور نہو۔ شعر

شعر نظم

بزم عیش و موسم شادی وہنگام طرب
بفراغ دل زمانے نظری بماہ روے
پنج روز ایّام عشرت را غنیمت دان دلا
بہ ازاں کہ چتر شاہی ہمہ روزہا وہوے

دیگر

میرسد صبح کلہ بستہ سحاب
میچکد ژالہ بر رُخ لالہ
می وزد از چمن نسیم بہشت
تخت زریں زد است گل بچمن
الصبوح الصبوح یا اصحاب
المدام المدام یا احباب
خوش بنوشید دائمائی ناب
راح چوں لعل آتشیں دریاب

دیگر

کنوں کہ می دمد از بوستان نسیم بہشت
چمن حکایتِ اردی بہشت میگوید
گدا چرا نزند لاف سلطنت امروز
من و شراب فرح بخش و یار حور سرشت
نہ عاقل است کہ نسیہ خرید و نقد بہشت
کہ خیمہ سایۂ ابر است و بزم گرلب کشت

زمانِ خوشدلی دریاب دریاب
غنیمت دان دمے خوردِ گلستاں
کہ دایم در صدف گوہر نباشد
کہ گل تا ہفتۂ دیگر نباشد

اعتکاف میں تصنیف کا سلسلہ برابر جاری رہتا ہے قصد السبیل اعتکاف ہی میں آٹھ دن میں لکھی گئی ہے۔ ایک اور کتاب بھی قصد السبیل کے ساتھ انہی دنوں میں لکھی گئی تھی یعنی الفتوح فیما یتعلق بالروح۔

ختم قرآن کے معمولات

ایک مرتبہ احقر کو ۲۸۔ رمضان کو تھانہ بھون حاضر ہونے کا موقع ملا خیال غالب یہ تھا کہ قرآن ختم ہولیا ہوگا۔ کیونکہ اکثر جگہ شب بست وہفتم کو ختم ہو جاتے ہیں نیز مسجد کی کسی ہیئت میں یا جماعت میں معمول کے خلاف کوئی تبدیلی نہ تھی اور اُس کے خلاف کا واہمہ بھی نہوا اور اتفاقی بات ہے کہ حضرت نے تراویح سورۂ والضحٰے سے شروع کیں اس سے اور اُس خیال کی تائید ہوئی کیونکہ والضحٰے سے اکثر اُس وقت پڑھتے ہین جبکہ قرآن ختم ہوچکا ہو جب حضرت نے سورۂ اقرأ پر بسم اللہ پڑھی تو خیال ہوا کہ آج ختم کا دن ہے

ع۵ مسئلہ بسم اللہ بجہر ایک جگہ پڑھنا ضروری ہے اُسکے موقع کی کوئی تعیین نہیں جس کا جیسا مذاق ہو بعض لوگ پہلے دن الحمد پڑھ لیتے ہیں اور بعض قل ہو اللہ پر و لکل وجہۃ حضرت اسی سورۂ اقرأ پر اسواسطے پڑھتے ہیں کہ اول آیت یہی ہے۔

چنانچہ یہ خیال صحیح نکلا بعد ختم دعا مانگی گئی مگر اُس میں معمول سے کچھ بیّن زیادتی نہ تھی موسم سردی کا تھا نماز مسجد کے اندر کے درجہ میں ہوئی تھی سوائے ایک اُسی چراغ کے جو روزمرّہ جلتا تھا دوسرا چراغ بھی نہ تھا نہ جماعت میں آدمی زیادہ تھے نہ مٹھائی بٹی نہ اور کوئی خاص بات ایسی ہوئی جس سے ظاہر ہو کہ آج ختم ہے۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ مجھے اجازت دیجائے کہ تھوڑی مٹھائی بانٹ دوں فرمایا آج نہیں اگر آپ کا بہت جی چاہے تو کل کو بانٹ دینا نہ اجوائن وغیرہ پر دم کیا گیا حضرت نے اس کو بالکل حذف کر دیا ہے اب لوگ نہیں لاتے۔ نہ حضرت نے قل ہو اللہ تین بار پڑھی۔ ہاں اوائل سورۂ بقر الٰی مفلحون پڑھیں۔

ف عید کے معمولات

حضرت والا کے یہاں عید میں رسوم نہیں ہوتیں۔

ف سفر کے معمولات

سفر کے معمولات کا بیان۔ حضرت والا کے تمام کام نہایت انضباط کیساتھ ہوتے ہیں۔ منجملہ اُن کے سفر بھی ہے۔ سفر کی مقدار اور غرض اور مدت اور اوقات سب میں پہلے غور کر کے تہیّہ فرماتے ہیں اور تمام سفر میں اُن کی پابندی کرتے ہیں مگر لطف یہ ہی کہ ان انتظامات میں کسی کو دق کرنا یا تحکم مقصود نہیں ہوتا جیسے نئے تعلیم یافتہ اصحاب کے انتظامات میں ہوتا ہے بلکہ تمام انتظامات کی بنا اپنی اور میزبانان کی سہولتیں اور غرض اصلی کا پورا پورا انجام پانا ہوتی ہے اسی واسطے ہر انتظام میں اتنی وسعت دیجاتی ہے کہ اُن ضرورات کا بھی لحاظ ہو سکے جن کا علم قبل سفر نہیں ہو سکتا جتنے دن سفر کیلئے تجویز فرمائے جاتے ہیں اُتنے دن کیلئے ڈاک کا انتظام پہلے کر دیا جاتا ہے۔ ہر جگہ سے مکان کو خط برابر روانہ فرماتے ہیں تاکہ گھر پر کوئی تشویش نہ ہو نیز اُن مہمانوں کو اطلاع ہوتی رہے جو حضرت کے پیچھے تشریف لائے ہوں ڈاک کا بلکہ تصنیف کا کام بھی سفر میں برابر جاری رہتا ہے۔ چلتی ریل میں بھی تصنیف ہوتی ہے۔ اگر ضرورت ہوتی ہے تو ایک خادم کو بھی ساتھ لیتے ہیں ورنہ تنہا سفر کرتے ہیں۔ بعض مہذب لوگ سفر کی درخواست کیساتھ اس امر کی بھی تصریح کر دیتے ہیں کہ جناب اپنے ہمراہ دو تین آدمیوں کو اور بھی لا سکتے ہیں تو اگر حضرت والا کو اطمینان ہوتا ہی کہ یہ از راہِ تصنع نہیں ہے بلکہ از راہ اخلاص منظور کیا گیا ہے۔ تو

ف سفر میں سادگی

ایک کاتب وعظ کو اور ایک دو اور کو ذاکرین میں سے ہمراہ لیتے ہیں۔ کیونکہ ان کا حضرت کے پیچھے بڑا ہرج ہوتا ہے اور اگر کوئی اپنے خرچ سے ہمرکاب رہنا چاہے تو اجازت ہی سادگی اس قدر ہے کہ جس درجہ میں ریل کے بیٹھ گئے پرواہ نہیں حتیٰ کہ ایک مرتبہ سہارنپور سے ریاست رامپور کو واسطے مناظرہ قادیانیوں کے نواب صاحب کے طلبیدہ چلے ٹکٹ درمیانہ درجہ کے تھے حضرت مولنا خلیل احمد اور میر احمد حسن صاحب امروہی اور دیگر علماء بھی تھے اور بہت سے طلباء اور خدام تھے ریل میں ایک خالی درجہ پر نظر پڑی سب بالاتفاق اُسی میں بیٹھ گئے کسی نے کہا یہ تو تیسرا درجہ ہے اور ٹکٹ ڈیوڑھے کے ہیں فرمایا مقصود آسایش ہے اور یہ درجہ خالی ملگیا ہے۔ ڈیوڑھے میں بھی اس سے زیادہ کیا آسایش ہوگی چنانچہ اُسی میں سفر کیا۔ ایک مرتبہ ڈھاکہ نواب سلیم اللہ خاں صاحب مرحوم کی فرمایش سے تشریف لیگئے۔ نواب صاحب نے سو روپیہ سفرخرچ کیلئے بھیجے تھے مگر حضرت والا نے تیسرے درجہ میں سفر کیا قریب چالیس روپے کے خرچ ہوئے اور اتنا ہی واپسی میں باقی روپیہ نواب صاحب کی طرف سے مسجد میں لگا کر حساب سے اطلاع کردی

حضرت والا کے سفر سے سات عذر

حضرت والا نے اب سفر بہت کم کر دیا ہے اور ایک اعلان میں سات وجوہات اسکی شائع کی تھیں اُن میں سے بڑی وجہ یہ تھی کہ مہمانوں کو تکلیف ہوتی ہے یہ وجہ بظاہر بہت معمولی معلوم ہوتی ہے۔ لیکن غور کیا جاوے تو نہایت اہتمام کے قابل ہے یہ مہمان وہ ہیں جو تعلیم وتلقین حاصل کرنے اور ذکر اللہ سیکھنے کیلئے حاضر ہوتے ہیں ان کی نسبت حق تعالے کا ارشاد یہ ہے وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ۔ ترجمہ اور روکے رکھیے اپنی جان کو اُن لوگوں کے ساتھ جو رات دن ذکر اللہ کرتے ہیں اور حق تعالیٰ کے طالب ہیں اور آپکی نظر اُن سے ہٹنے نہ پائے اور دوسری آیت میں ہے وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ۔ ترجمہ اور اپنے پاس سے نہ ہٹائیے اُن لوگوں کو جو رات دن ذکر اللہ کرتے ہیں اور طالب خدا ہیں

آپ کے ذمہ اُن کا کچھ حساب نہیں ہے اور نہ اُن کے ذمہ اُنکا کچھ حساب ہے آپ اُنکو الگ کردیں تو ظلم کرنے والوں میں سے ہو جاویں گے۔ ذاکرین کی کتنی رعایت حق تعالےٰ نے ان آیتوں میں فرمائی ہی اور آیت ثانی کے آگے ایک اور آیت ہی جس سے اور تاکید پیدا ہوتی ہے وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ الآیۃ ترجمہ جب آپکے پاس وہ لوگ آئیں جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں تو اُن سے سلام کہکر کہیئے کہ تمہارے پروردگار نے اپنے اوپر رحمت کو لازم کرلیا ہے الخ۔ بقرینہ آیت مذکورا الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ سے مراد وہی ذاکرین ہیں یہاں اُن کو دوسری صفت سے یاد فرمایا اور یہ سلام حق تعالیٰ کی طرف سے پہنچانیکا حکم ہے یا حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم ہے کہ آپ سلام کیجیئے۔ بہرحال نتیجہ ایک ہی ہے کہ ذاکرین کی حد درجہ کی عظمت نکلتی ہی ہے حضرت والا نے ذاکرین کو اپنی خدمت سے منع فرمار کھا ہے جیسا کہ کئی جگہ ذکر ہوا) ذاکرین کو چھوڑنا موجب اُن کی دلشکنی کا ہی اب معلوم ہوگیا ہوگا کہ مہمانوں کی دلدہی کس درجہ قابل اہتمام ہے۔ لہذا بُلانے والوں کو چاہیئے کہ حضرت والا سے سفر کیواسطے اصرار نہ کریں۔ ہاں اگر موقع ایسا ملے کہ مہمان نہوں تو مضائقہ نہیں یا معدودے چند ہوں تو اُسکے مصارف سفر کی بھی کفالت کریں اور اُن کو حضرت سے چھوڑانا ایسا ہے جیسے شیر خوار بچے کو ماں سے چھڑانا۔ اب جو کوئی بُلانا چاہتا ہے تو فرمادیتے ہیں کہ ایک آدمی کو یہاں چھوڑ دو دس دن پندرہ دن بیس دن یہاں رہے جب ایسا موقع ہوگا کہ مہمان نہ ہوں گے تو میں چلوں گا اسکے لئے ضروری ہے کہ بہت دن پہلے سے خبر لیں۔

سفر میں وقت کی پابندی

سفر کے متعلق جو نظام الاوقات قرار پاجاتا ہے اُس کی پوری پابندی کرتے ہیں ایک مرتبہ کانپور سے تھانہ بھون کو تشریف لیچلے احقر بھی ساتھ تھا احقر نے بالحاح عرض کیا کہ خورجہ کے اسٹیشن سے اُترکر ایک دن کیلئے بلند شہر تشریف لیچلیے۔ فرمایا کہ میں مظفرنگر سواری کو لکھ چکا ہوں اگر وقت پر نہ پہنچوں گا تو بیحد تشویش ہوگی کیونکہ کبھی آجتک ایسا نہیں ہوا کہ کوئی وقت میں نے مقرر کیا ہو اور پہنچا نہوں احقر نے عرض کیا کہ میں تار دیئے دیتا ہوں جس سے یہ تشویش رفع ہوجاویگی فرمایا بدنظمی پھر بھی باقی رہیگی۔ اگر گاڑی کرایہ کی آئی۔ تو

نہ معلوم وہ ٹھیر سکیگا یا نہیں اگر وہ نہ ٹھیر سکا اور چلا گیا تو نہ معلوم دوسری گاڑی وقت[لہ] پر مل سکیگی یا نہیں اور جن کو تار دیا جاویگا اُن کو تلاش کی زحمت اُٹھانی پڑیگی ہاں اگر خط لکھنے سے پہلے کہتے تو ممکن تھا۔

اجنبی عورتوں سے دور رہنا

اسباب کا وزن اور چنگی

اُسی سفر میں بندہ نے دیکھا کہ برابر والے درجہ میں یورپین عورتیں بیٹھی تھیں بنچ سے اوپر والا کمر لگائے بیٹھے تھے اور اُدہر وہ عورتیں اور دونوں کمروں کے بیچ میں سیخچے تھے۔ فرمایا میرا بستر دوسری بنچ پر کر دو عورتوں کے پاس بیٹھنا ٹھیک نہیں (یہ اتقوا الدنیا واتقوا النساء کی تعمیل ہے) سفر میں اسباب مختصر سا لیتے ہیں مگر نہ فیشن ایبل اختصار کہ صرف چھتری لے لی اور چلدیے کہ یہ صرف تصنع اور تقلید محض ہے۔ بعض لوگوں کو دیکھا کہ ایک جوڑا کپڑا بھی ساتھ نہیں لیتے اور فخر یہ فرماتے تھے میں اسباب سے بہت گھبراتا ہوں جہاں اُترتا ہوں درزی کو بُلا کر فوراً کپڑے سلوا لیتا ہوں آجکل مشینوں کیوجہ سے ذرا بھی دقت نہیں حضرت والا اپنے ہمراہ ضروری سامان سب لیتے ہیں۔ دو تین جوڑی کپڑے۔ لوٹا۔ مسواک۔ کھانا بشرط ضرورت۔ دوا جو زیر استعمال ہو اور ڈاک کی روانگی کا لکھنے پڑھنے کا سامان۔ اور تصنیف کا سامان نہایت مختصر مگر سادگی یہ کہ اگر کوئی اسٹیل بکس موجود ہوا تو اُس میں یہ سب سامان ورنہ گٹھڑی میں رکھ لیتے ہیں اور لوٹا گلاس وغیرہ متفرقات ایک ٹوکرہ میں۔ اسباب کو اسٹیشن پر وزن ضرور کرا لیتے ہیں۔ الا آنکہ بہت ہی تھوڑا ہو اور محصول لگنے کا احتمال نہ ہو۔ جہاں اُترتے ہیں چنگی کا اسباب بتا کر چنگی دیدیتے ہیں۔ قلیوں سے پہلے اُجرت طے کر لیتے ہیں ریلوے کے مقرر کردہ ضابطہ سے کام نہیں لیتے کیونکہ کبھی اسباب بھاری ہوتا ہے اور قلی ریلوے کے مقرر کردہ محصول پر راضی نہیں ہوتا تو اُس کو مجبور کرنا ظلم ہے۔ دیکھو القاسم صفحہ ۱۹ رمضان سنہ ۱۳۳۱ھ

حساب کی صفائی

غرض ہر معاملہ صاف رکھتے ہیں اگر کسی کی شرکت میں سفر کرتے ہیں تو قیامگاہ پر پہنچتے ہی پہلے حساب کرتے ہیں اور پائی پائی بیباق کر کے دوسرے کام میں لگتے ہیں۔ ایک بار فرمایا کہ مجھ کو جبتک اس حساب سے فراغت نہو جاوے نیند نہیں آتی۔ اسباب خواہ کسی خادم کی نگرانی میں ہو مگر ایک نظر خود ضرور ڈال لیتے اور شمار کر لیتے ہیں۔

میزبان کیساتھ برتاؤ

جہاں قیام فرماتے ہیں میزبان پر کسی قسم کا بار ڈالنا پسند نہیں کرتے۔ خود کوئی فرمائش

[لہ] اُسوقت تک تھانہ بھون کو ریل نہ تھی مظفرنگر سے بیس میل کے قریب رستہ کو جانا ہوتا تھا

نہیں کرتے نہ کوئی ہمراہیوں میں سے کوئی فرمایش کرسکتا ہی۔ ایک مرتبہ دہلی میں ایک خاص عزیز نوعمر ساتھ تھے شب کو کھانے کیوقت وہ کہیں بازار گئے ہوئے تھے میزبان نے انتظار بھی کرنا چاہا مگر حضرت نے نہ مانا اور کھانا کھالیا اُسکے بعد وہ بازار سے آگئے حضرت بہت ناراض ہوئے۔ صاحب خانہ پر ایک دو آدمیوں کے کھانے کا اس صورت میں کیا بار ہوسکتا تھا چاہا کہ اُن کو کھانا کھلاویں مگر حضرت نے منع فرمایا اور مجبور کیا کہ بازار میں جاکر کھاؤ اور اگر وقت غیر ہوجانے کیوجہ سے بازار میں نہ ملے تو بھوکے پڑے رہو تاکہ تم کو یاد رہے کہ بے تمیزی کی یہ سزا ہے۔

حکایت متعلق سادگی۔

ایک مرتبہ جبکہ حضرت مناظرہ قادیانیانکے جلسہ میں ریاست رامپور تشریف لیگئے تو مہتمم جلسہ نے اطلاع کی کہ حضور نواب صاحب کا حکم ہے کہ کسی قسم کی تکلیف مہمانوں کو ہونے نہ پاوے لہذا جو کھانا مرغوب ہو بے تکلف مطلع فرمادیں۔ کئی وقت تک اس کا جواب نہیں دیا بالآخر بار بار کے اصرار کے بعد فرمایا اگر اسکی اُمید دلائی جائے کہ ہماری فرمایش پوری ہوگی تو ہم ظاہر کریں۔ عرض کیا پورا نہونا کیا معنے نواب صاحب کا حکم ہے۔ اگر آموں کی فرمائش ہو تو بمبئی کو تار دیکر یا آدمی بھیجکر منگائے جاویں۔ فرمایا ہم دیہاتی قصباتی آدمی ہیں ریاست کیسے کھانے ہمنے کہاں کھائے ہیں۔ گائے کا گوشت کم گھی کا اور اُڑد کی دال کافی ہیں مہتمم صاحب حیرت میں رہگئے اور عرض کیا ملتی ہوئی دنیا کو بھی چھوڑ دینا علمار کی شان ہے۔ اور دوسرے وقت بریانی اور تنجن کے ساتھ بتعمیل ارشاد گائے کا گوشت اور ماش کی دال بھی ایک پیالہ میں لاکر رکھدی۔ ایک جگہ ایک رئیس کے صاحبزادے نے دعوت کا بڑے شوق سے اہتمام کیا اور تیرہ چودہ قسم کے کھانے دسترخوان پر چنے دیکھ کر فرمایا اللہ اکبر اسقدر اسراف۔ رئیس صاحب نے عرض کیا میں نے ان سے صرف گوشت روٹی کے لئے کہا تھا مگر نوعمری کے جوش نے نہ مانا۔ فرمایا مجھے تو جونپور کی ایک دعوت اور میزبانی بہت پسند آئی صاحب خانہ نے دریافت کیا کونسی غذا زیادہ پسند ہے نمک اور مرچ کیسا ہونا چاہیے گھی کتنا ہو میں نے اُن کو بتادیا اُنہوں نے توسط کے ساتھ وہی کھانا تیار کرادیا اور مجھے تیاری کی اطلاع کردی اور کہدیا جسوقت

جونپور کی ایک سادی دعوت

جی چاہے منگا کر کھا لینا بس میں یہ سمجھتا تھا کہ اپنے گھر میں ہوں۔ جو خدام مزاج شناس ہیں وہ یہی کرتے ہیں کہ حضرت والا کو مکان پر اُتارنے کے بعد معمولات وغیرہ کو دریافت کر لیتے ہیں اور حضرت والا کو مخلّی بالطبع کر دیتے ہیں کہ جس کام میں چاہئے مصروف رہیے جس وقت جی چاہے کھانا کھائیے جہاں جی چاہے تشریف لیجائیے۔ ایک خادم پاس چھوڑ دیتے ہیں جس کام کی ضرورت ہو اس سے فرما دیجئے۔ حضرت والا بلا اجازت میزبان کے دوسرے کسی کی دعوت خواہ کیسی ہی خصوصیت کا آدمی ہو قبول نہیں کرتے۔ حتی کہ ایک میزبان ایسے تھے کہ بہت لوگوں نے اُن سے درخواست کی کہ ایک وقت کی اجازت دعوت کی ہم کو دیجئے اور وجوہات بیان کیں اور اپنے استحقاق ثابت کئے مگر اُنہوں نے ایک مرغے کی ٹانگ یاد کی تھی کہ آپ کا فرمودہ سب بجا اور درست ہے مگر نامنظور۔ سب کو اسی ایک لکڑی سے ہانکا۔ اور حضرت یہ فرماتے تھے میں مجبور ہوں بعض جگہ دعوت کرنے والے بہت سے جمع ہو گئے اور وقت کم تھے تو فرما دیا تم سب آپس میں طے کر لو اور میزبان سے اجازت لیلو میں موجود ہوں جہاں چاہو لیچلو حتی کہ سب نے ملکے ایک جگہ سامان کر کے ایک وقت دعوت کی اور حضرت کو اسکی اطلاع کر دی۔ حضرت والا نہ حقہ پیتے ہیں نہ چائے نہ پان کھاتے ہیں۔ ہاں کھانا کھانیکے بعد سادہ ایک پان بلا کتھ چونہ اور بلا چھالیہ کا کھا لیتے ہیں۔ ہاں کبھی سوتے وقت دودھ پی لیتے ہیں۔

سفر میں بیعت نہ کرنا

حضرت والا سفر میں کسی کو بیعت کرنا پسند نہیں کرتے۔ اکثر یہ فرما دیتے ہیں کہ چند روز تھانہ بھون آکر رہو تب میں بیعت کرنے نہ کرنے کا جواب دونگا۔

اہتمام معمولات

حضرت والا سفر میں اپنے اکثر معمولات کے برابر پابند رہتے ہیں اگر فرصت ہوئی۔ اور شائقین نے گھیر نہ لیا تو ہوا خوری بھی صبح کی ناغہ نہیں ہوتی اور اگر شائقین نے گھیر لیا تو اس کی اتنی پابندی نہیں کہ شائقین کی دل آزاری اسکی وجہ سے گوارا کی جائے۔ صبح کو چائے کی عادت نہیں اگر کوئی لطیف اور مفرح چیز جس میں غذائیت کم ہو بطور ناشتہ پیش کیجاوے تو عذر بھی نہیں ہاں جس روز وعظ ہو اُس دن

صبح کو کچھ کھانا پسند نہیں کیونکہ بہر بیان نہیں کیا جاتا۔ ہاں کوئی مقوی و مفرح دوا ہو تو مضائقہ نہیں۔ سفر میں کھانے کا کوئی وقت مقرر نہیں۔ دس گیارہ بجے دن کو اور قبل عشا رات کو مل جاوے تو بہتر ہے اور اگر اس میں دیر سویر ہو تو مضائقہ نہیں۔ دوپہر کو تھوڑی دیر آرام ملنا ضرور ہے ورنہ طبیعت پر کسل ہو جاتا ہے لوگوں کو چاہیئے کہ دوپہر کو اژدحام نہ کریں اگر ذرا دیر بھی فراغت اور یکسوئی کے ساتھ نیند آجاتی ہے تو طبیعت بحال ہو جاتی ہے تیسرے پہر کو کسی ناشتے وغیرہ کی عادت نہیں لیکن اگر کوئی لطیف اور خوشگوار چیز جیسے دودھ کی برف یا فواکہ پیش کیجاویں تو عذر بھی نہیں۔ بعد ظہر شام تک بلکہ عشا کے وقت تک علی العموم زائرین و شائقین سے ملتے جلتے بات چیت کرتے رہتے ہیں۔ سفر میں عصر کے بعد اور مغرب کے بعد کی وہ پابندیاں جو حضر میں رہتی ہیں نہیں رہتیں۔ جسوقت موقع ہو ہر کوئی بات کر سکتا ہے۔ اگر تنہائی میں کچھ کہنا ہو تو موقع دیکھ کر کسی نماز کے بعد کہہ لیں۔ مگر تاوقتیکہ حضرت اپنے اوراد سے فارغ نہو جاویں پاس نہ آویں۔

حضرت والا کو کسی کے مکان پر لیجانا

اگر کوئی حضرت والا کو اپنے مکان پر لیجانا چاہے تو صبح کا وقت یا ظہر و عصر کے درمیان کا یا بعد عصر مناسب ہے کسی فیس اور تاوان کی ضرورت نہیں نہ کسی تکلّف کی حاجت ہے حتی کہ اگر سواری بہم پہنچے فبہا ورنہ حضرت والا غایت کرم سے پیادہ بھی تشریف لیجاتے ہیں جیسا کہ مجلس پنجاہم میں مذکور ہے۔ سفر میں بعد مغرب اگر فرصت ہوئی تو لیٹ جاتے ہیں ورنہ بات چیت کرتے رہتے ہیں۔ بعد عشا آرام کا وقت ہے زائرین خیال رکھیں کہ کوئی بات بلا خاص ضرورت کے نہ پوچھیں۔ کیونکہ ذرا بھی دماغ سے کام لینے سے نیند میں خلل پڑ جاتا ہے اور طبیعت پر بڑا بار ہوتا ہے۔ تہجد سفر میں بھی برابر پڑھتے ہیں اگر سردی کا موسم ہو تو گرم پانی وغیرہ کا انتظام کرنا چاہیئے۔

معاملات کی صفائی

حضرت والا معاملات کی یہانتک احتیاط کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ کٹھور ضلع میرٹھ میں تشریف لائے جب واپس ہوئے تو ہمراہیوں کی دو گاڑیاں تھیں۔ ایک گاڑی پر ایک غیر ہمراہی شخص نے اپنی بیر گاڑی رکھدی حضرت نے دیکھ لیا فرمایا یہ بیر گاڑی پہلے اس پر نہ تھی اب جدید بات ہوئی ہے۔ اس کا کرایہ گاڑی والے کو دیا گیا یا نہیں۔ حضرت والا اُس گاڑی میں خود سوا

احکام سفر

تھے جنہوں نے حضرت کو ملایا تھا اُن کی کرایہ کردہ گاڑی تھی لیکن اسوجہ سے یہ احتیاط کی کہ سارا مجمع حضرت ہی کیوجہ سے تھا اور رفقا کے ظلم کو بھی گونہ نسبت حضرت کی طرف ہو سکتی تھی - لوگوں کو چاہئے کہ ایسی باتوں کا خاص طور سے خیال رکھیں حضرت والا سفر میں نماز کا بلکہ جماعت کا بھی بڑا اہتمام کرتے ہیں اگر کوئی اور ساتھ ہو تو ریل ہی میں جماعت[عہ] کرتے ہیں بشرطیکہ ممکن ہو فائق ہو - سفر کے متعلق کوتاہیاں اور اُن کی اصلاح حضرت والا نے القاسم ماہ شعبان و رمضان ۱۳۳۱ھ میں درج فرمائی ہیں - وہ مطالعہ کی قابل ہیں -

مرض میں علاج و دوا

حضرت والا مرض میں علاج کرتے ہیں اور نہایت سلیقہ اور انتظام کے ساتھ - عطائیوں کی دوا بلا رائے طبیب معتمد کے ہرگز استعمال نہیں کرتے علاج میں خرچ بھی کافی کرتے ہیں مفت کسی سے کام نکالنا نہیں چاہتے حالانکہ حضرت کے خدام میں طبیب اور ڈاکٹر اور جراح سب ہی قسم کے لوگ ہیں جنپر حضرت کے اتنے حقوق ہیں کہ وہ تمام عمر بھی خدمت کریں تب بھی عہدہ برآ نہیں ہو سکتے اور وہ خود متمنی رہتے ہیں کہ ہم سے کوئی خدمت لیجائے لیکن اُنپر بھی بار نہیں ڈالتے حتیٰ کہ یہ بھی منظور نہیں فرماتے کہ وہ اپنا کوئی کام حرج کر کے علاج میں مصروف ہوں -

علاج مفت نہ کرانا

ایک مرتبہ جناب پیرانی صاحبہ احقر کے یہاں میرٹھ میں علاج کیلئے تشریف لائیں اور دو مہینے کے قریب رہیں حالانکہ کوئی معتد بہ نفع نہیں پہنچا لیکن ایک اشرفی عطا فرمائی احقر کو نہایت درجہ بار گذرا اور عرض کیا کہ واللہ باللہ جو مجھے اس کا واہمہ بھی کبھی گذرا ہو میں نے اس علاج کو سعادت اخروی سمجھا تھا آپ اُس کا عوض نہیں دیے دیتی ہیں فرمایا تمنے جو کچھ سمجھا تھا وہ تو ہو چکا انما الاعمال بالنیات یہ اُس کا بدلہ نہیں ہماری طرف سے ہدیہ ہے اور ہدیہ کا قبول کرنا سنت ہے لاچار احقر نے اُس کو قبول کیا - احقر کے اس زمانہ قیام تھانہ بھون میں حضرت کے پیر میں بالتوڑ نکلا ہوا تھا بدرالدین جراح معالج تھے باوجود دونوں وقت دوا لگانے اور کافی تدبیر کے نفع بیّن نہیں معلوم ہوتا تھا - احقر نے ایک نسخہ پلٹس کا عرض کیا فرمایا جراح معالج سے پوچھکر استعمال کرونگا - جب چند روز تک نفع نہوا تو لوگوں نے کہا کسی اور کا علاج کیجئے فرمایا جبتک کوئی

[عہ] ریل کی کل ایک گاڑی مکان واحد کے حکم میں ہے - ایک شخص ایک درجہ میں ہے اور دوسرا دوسرے میں تو اقتدا صحیح ہے دیکھو القاسم صفحہ ۲۰ ماہ رمضان ۱۳۳۱ھ -

نقصان بیّن نہیں محسوس ہوگا علاج نہیں بدلونگا کیونکہ اس سے ایک مخلص کی دلشکنی ہوگی دیر میں آرام ہوگا تو کچھ ہرج نہیں اور کیا معلوم ہے کہ دوسرے کے علاج میں اور بھی دیر لگے اور فرمایا کہ اگرچہ بدرالدین مجھ سے کچھ معاوضہ کے ہرگز طالب نہیں مگر میں اُن کو اندازہ سے زیادہ دوں گا۔

ایک قصہ۔ حضرت والا کے بھانجہ مولوی سعید احمد صاحب کاتب وعظ مرحوم کے گھر میں ڈبیلۂ سینہ کے علاج کیلئے سہارنپور کے زنانہ شفاخانہ میں گئیں حضرت پیرانی صاحبہ بھی تیمارداری کی غرض سے تشریف لیگئیں اور کچھ عرصہ تک وہاں رہیں حضرت والا بھی مریضہ کے دیکھنے کیلئے تشریف لیگئے مشہور تھا کہ کمپوڈرنی معالج مرہٹن نہایت تیز مزاج اور بیرحم ہے قدرت خدا کہ اُس کا لڑکا سخت بیمار ہوا اور سرسام کیسی حالت ہوگئی وہ مایوس ہوگئی۔ اُسی وقت حضرت والا پہنچ گئے۔ کسی نے کہا حضرت سے دم کرا اُس نے نہایت الحاح سے درخواست کی حضرت نے اُسپر کچھ دم کر دیا۔ آدھی رات کو اُس نے سنا کہ اُسکے مکان کے پیچھے رونے اور غل مچانے کی آوازیں آرہی ہیں یہ خیال ہوا کہ کوئی مریض تنگ حال آیا ہے نکل کر دیکھا تو کچھ بھی نہیں اور شفاخانہ کا پھاٹک بند ہے حیرت ہوئی کہ کیا قصہ ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر وہی آوازیں سُنیں پھر نکلکر دیکھا تو اُس کی سمجھ میں اس وقت بھی کچھ نہ آیا۔ آکر دیکھا تو اُس کا لڑکا بالکل اچھا ہے اس واقعہ سے حضرت کی اسقدر معتقد ہوئی کہ بدل و جان کوشش کی اور ایک روپیہ مٹھائی کیلئے حضرت کی نذر کیا حضرت نے کہا یہ اُلٹی بات ہے ہم تمہاری خدمت کریں نہ کہ تم۔ مگر وہ بُرا ماننے لگی آخر حضرت کو قبول کرنا پڑا۔ مگر پھر وہ روپیہ اُسی کے بچّے کو دلوا دیا۔ یہ مقلب القلوب کے قدرت کے کرشمے ہیں۔ عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد۔ احقر نے حضرت سے عرض کیا کہ یہ کیا بات تھی۔ فرمایا امراض میں جنات کا اثر ثابت بالحدیث ہے یہ کوئی بلا تھی حق تعالےٰ نے اُس کو دفع کر دیا شیخ ہے ؎

ہر کہ ترسید از حق و تقویٰ گزید　　ترسد از وے جن و انسان ہر کہ دید

مرض میں معمولات

حضرت والا کے معمولات میں بحالت مرض بھی حتی الامکان فرق نہیں آتا نماز و جماعت

دربان مقرر کرنا

وغیرہ تو دوسری چیز ہیں ڈاک کے انتظام میں بھی خلل نہیں آتا اور تعلیم و تربیت برابر جاری رہتی ہے الا آنکہ خدانخواستہ مزاج زیادہ ناساز ہو لیکن زائرین کو چاہیئے کہ دق نہ کریں، موقع و محل مناسب پر مزاج پرسی کیلئے آویں اور بہت تھوڑی دیر بیٹھ کر واپس ہو جاویں اور اگر مطلقاً پاس جانے سے بھی تکلیف ہوتی ہے تو نہ جاویں ایک مرتبہ حضرت کو مرض سے ضعف بہت ہو گیا اور زائرین کی یہ حالت کہ پروانہ وار ہجوم رکھتے ہر شخص سے ایک ایک لفظ بولنے سے بھی دماغ کی کافی محنت ہو جاتی اور بڑا صدمہ پہنچ جاتا۔ اس واسطے حضرت والا نے دربان مقرر کیا کہ جو کوئی آوے اُس سے پوچھ لو اگر صرف طبیعت کا حال پوچھنا ہے تو جو کچھ حال ہے تم بیان کر دو۔ میرے پاس تک آنے کی ضرورت نہیں اور اگر کسی ضرورت شرعی سے آیا ہے تو مجھے اطلاع کرو۔ اس سے بعض کم فہموں نے بہت بُرا مانا اور بعض سمجھ دار اور مخلص ایسے بھی تھے کہ آتے اور دربان سے طبیعت کا حال پوچھ کر چلے جاتے یا دروازہ پر بیٹھے رہتے بعض خصوصیات کی وجہ سے کبھی دربان نے کہا کہ میں آپکی اطلاع کئے دیتا ہوں مگر اُنہوں نے کہا نہیں ہماری راحت اُسیمیں ہے جس میں حضرت کی راحت ہے اور ہی زیارت سوا اس در کی زیارت حضرت کی زیارت ہے اور گھنٹہ بھر دروازہ پر بیٹھ کر چلے گئے سچی محبت اور ادب اور عقیدت یہی ہے قال تعالیٰ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ۔ ترجمہ (جو لوگ مکان کے باہر سے آپ کو پکارتے ہیں) اگر وہ (پکارتے نہیں اور تھمے رہتے یہانتک کہ آپ خود باہر نکلیں تو اُن کے واسطے بہتر تھا۔ معلوم ہوا کہ بلا ضرورت اطلاع بھی کرنا خلاف ادب ہے۔ جیسا کہ قرآن شریف میں ہے۔ عہ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَا ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَاۤ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ۔ اور اس طریقہ سے بُرا ماننا نہ صرف ان تعلیمات شرعی سے بے خبری ہے۔ بلکہ تہذیب اور

عہ اے ایمان والو تم اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل مت ہو جبتک اجازت حاصل نہ کر لو اور اُن کے رہنے والوں کو سلام نہ کر لو یہی تمہارے لئے بہتر ہے تاکہ تم خیال رکھو پھر اگر اُن گھروں میں تمکو کوئی معلوم نہ ہو تو اُن گھروں میں نہ جاؤ جبتک کہ تمکو اجازت نہ دیجائے اور اگر تم سے یہ کہدیا جاوے کہ لوٹ جاؤ تو تم لوٹ آیا کرو یہی بات تمہارے لئے بہتر ہے"

عقل سے بھی بالکل خروج ہے دنیا میں کوئی قوم کوئی مذہب وملت نہیں جس میں استیذان کی تعلیم نہو۔ حضرت والا کے بعض وعظوں میں بیان ہوا ہے کہ افسوس ہے مسلمانوں کی جہالت اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ اپنی تعلیمات کو دوسری قوموں سے اخذ کرتے ہیں اور اُن کے منافع و ضرورات دیکھ کر افسوس کے ساتھ کہتے ہیں کہ اسلام ایسی چیزوں سے خالی ہے جیسے استیذان کہ انگریزوں کی تقلید سے لوگ اس کو اختیار کرتے ہیں اور نعوذ باللہ اسلام کو اس سے خالی سمجھتے ہیں حالانکہ اگر انگریزوں سے پوچھیے تو وہ اسکے مقر ہونگے کہ ہمنے یہ تعلیم اسلام سے حاصل کی ہے۔ تو مذہبی ناواقفیت کیسا تھ یہ کس قدر حیرت انگیز جہالت ہے کہ اُستاد جس بات کا مقر ہے اُس کی بھی اُنکو خبر نہیں۔

قضا نماز کا ایک قصہ

قصہ۔ ایک طالب علم کو سخت بخار چڑھا ہوا تھا۔ عصر کے وقت اُس نے حضرت والا سے مسئلہ پوچھوایا کہ مجھ سے ظہر کی نماز نہیں پڑھی گئی اور اس وقت بھی سردی چڑھی ہوئی ہے اور بدن بھی میرا ناپاک ہوگیا ہے۔ نماز پڑھنا مجھے نہایت دشوار ہے۔ اس صورت میں ترتیب ساقط ہے یا نہیں اگر اجازت ہو تو اس وقت عصر کی نماز پڑھ لوں ظہر کی نماز قضا ہو ہی چکی ہے طبیعت درست ہونے پر اُس کو پڑھ لوں گا۔ حضرت نہایت افروختہ ہوئے اور فرمایا یہاں رہکر تمہاری نماز بھی درست نہوئی ظہر کی نماز قضا کیوں ہوئی تم کو ایسا مرض نہیں ہے جو قضا کرنے کیلئے عذر ہوسکے اور اگر بدن ناپاک تھا یا کسی وجہ سے پڑھنا مشکل تھا تو اُس وقت کیوں نہیں پوچھا کہ نماز کیسے پڑھوں تاکہ فقہی قاعدہ کیموافق بتلا دیا جاتا کم از کم فرض کا پڑھ لینا ضرور ممکن تھا۔ اس سے ترتیب ساقط نہیں ہو سکتی بلکہ تیمم بھی درست نہیں کیونکہ اس بخار کو پانی نقصان نہیں کریگا۔ زاید سے زاید یہ کہ تم کو نقل و حرکت میں تکلیف کرنی پڑیگی مگر وہ بھی تکلیف مالایطاق نہیں ہے اور بے ہاتھ پیر ہلائے کیا ہوسکتا ہے۔ ابھی اگر پاخانہ کی ضرورت ہو تو اُٹھ کر چلے جاؤ گے۔ بدن کو پانی سے پاک کرو اور اوّل ظہر کی قضا پڑھو پھر عصر کی ادا۔ ہاں کھڑے ہو کر نہ پڑھی جاوے تو بیٹھکر پڑھو طویل نہو مختصر کرو۔

اگر نجاست بوجہ مرض نہ دہوئی جاسکے

سوال۔ اگر بدن ناپاک ہو اور پانی بدن کو لگانا نقصان کرتا ہو تو کیا کرے۔ یا مریض

خود پاک نہ کرسکے بلکہ دوسرے کی امداد کی ضرورت ہو جواب یہ ہی کہ اس صورت میں پا
کا حکم ساقط ہے اسی طرح اگر دوسرے کی امداد کی ضرورت ہو اور وہ دوسرا میسر نہو
حضرت والا کے پیر میں بالتوڑ تھا مگر نماز برابر مسجد میں پڑھتے تھے جب ثابت ہوا کہ
سے نقصان ہوتا ہے تو ایک گڑیلنے میں بیٹھ کر تشریف لیجاتے مگر ثابت ہوا کہ یہ
مضر ہے تب مکانپر نماز پڑھنا اختیار کی پھر ثابت ہوا کہ کھڑا ہونا جلدی اچھا ہونیسے مانع ہے تب
پڑھنے لگے۔ جو خدام موجود ہوتے وہ سب نماز کیوقت حضرت کی نماز کا سامان
کرکے مسجد میں چلے جاتے اور حضرت والا تنہا نماز پڑھتے۔ بعض لوگ بطور تعزیت
کہ بڑی تکلیف اور ہرج ہے" تو فرماتے "تکلیف تو جیسی لوگ بالتوڑ میں بیان کرتے
اُسکی عشر عشیر بھی نہیں ہاں کاموں کا حرج ہے معلوم ہوتا ہے گناہ زیادہ ہوگئے
ہیں اُن کے کفارہ کی ضرورت تھی اور مجھے اب معلوم ہوا کہ خلوت میں کیا مزہ
سچ کہا ہے شعر چہ بگزیدہ ہر کو عاقل است * زانکہ در خلوت صفاہائے دل است
میرے لئے مفید گو جلوت ہی ہے مگر خلوت لذیذ بہت ہی۔

[illegible] تنہائی

حضرت کا وعظ

وعظ کیمتعلق حضرت والا کے معمولات اِس زمانہ میں حضرت والا کا وعظ بلاشک
وشبہ جوامع الکلم کی قبیل سے ہی اور احقر کے نزدیک بلا خوف تردید کھلی ہوئی کرا
ہے اور ایں سعادت بزور بازو نیست کا مصداق ہے اُسکی خوبیاں بیان کرنے بلکہ بطو
نمونہ حالات ظاہر کرنیسے بھی الفاظ کوتاہ ہیں جنہوں نے سُنا ہے اور غور سے سُنا
وہی اُسکی خوبیاں جان سکتے ہیں۔ ایک عاقل نے کیا ہی خوب ایک چھوٹے
لفظ میں حضرت کے وعظ کی تعریف کی ہے کہ "حضرت کا وعظ حلقۂ شیخ ہوتا ہے"
جس میں ہر شخص کے کام کی باتیں ہوتی ہیں اور ہر مرض کا علاج ہوتا ہے۔ ایک و
میں ایک شخص آہستہ آہستہ رو رہے تھے اور حضرت والا سے بہت دور اور لو
سے آڑ میں تھے لیکن حضرت نے بیساختہ فرمایا رونے سے کیا ہوتا ہے ہمت کر
اور رونا تو لونڈیوں کا کام ہے مردوں کا کام ہمت ہے۔ وعظ میں ہمیشہ دیکھ
ہے کہ ہر مذاق کے لوگ دلچسپی لیتے ہیں زباندان الگ محظوظ ہوتے ہیں اور مو

الگ اور مخالف الگ اور اہل ظاہر الگ اور اہل باطن الگ۔ شعر

بہار عالم حسنش دل و جاں تازہ میدارد   برنگ ارباب صورت را ببو ارباب معنے را

چند معمولات کا بیان کرکے بطور نمونہ از خروار وعظ کے کچھ حالات بھی بیان کئے جاتے ہیں

شعر
نگنجد در بیان وصف کمالش   کنم طبع آزمائی با خیالش
نہ من برآں گل عارض غزل سرایم و بس   کہ عندلیب تو از ہر طرف ہزار انند

معمولات وعظ

حضرت والا وعظ پر کسی قسم کا معاوضہ نہیں لیتے حتیٰ کہ جس ہدیہ میں صورت معاوضہ کی پیدا ہو جاوے اُس سے بھی بچتے ہیں۔ ایک مرتبہ کانپور میں نواب صدیق حسن خانصاحب کی بیٹی نے وعظ کہلوایا اور بعد ختم پندرہ روپے پیش کیے حضرت نے انکار فرمایا حالانکہ اُنکی دائمی عادت تھی کہ حضرت جب کانپور تشریف لیجاتے تو یہ رقم پیش کریں۔ مگر اس مرتبہ انکار فرمایا اُنھوں نے عرض کیا کہ یہ معاوضہ نہیں ہے فرمایا دیکھنے والوں کو کیا معلوم ہے۔ عرض کیا کھانا کھا لیجے فرمایا مکان پر بھیجدینا تاکہ معاوضہ کا شبہ نہو سکے یہاں تک کہ جس کے یہاں وعظ ہو اُسکے یہاں اُس دن اور اُس سے اگلے دن کھانا نہیں کھاتے الاّ آنکہ پہلے سے قیام اُسی کے یہاں ہو۔ اور چونکہ حضرت کا وعظ معمولی واعظوں کا سا نہیں ہے کہ جو منہ میں آگیا کہدالا بلکہ ہر وعظ بلحاظ جامعیت الفاظ و مضامین و ترتیب و لف و نشر وغیرہ کے ایک مستقل تصنیف کے حکم میں ہوتا ہے جو وعظ قلمبند ہو کر چھپ گئے ہیں اُن کے دیکھنے سے اسکی تصدیق بخوبی ہو سکتی ہے حالانکہ ظاہر ہے کہ یہ وعظ بھی لفظ بلفظ نہیں لکھے گئے۔ صرف مضامین کو محفوظ کر لیا گیا ہے احقر کو ہمیشہ یہی تمنا رہی کہ کاش دو چار وعظ بھی لفظ بلفظ لکھ لئے جاویں تو حضرت والا کی یادگار ہو جائے جس نے وعظ سُنا ہو وہی جانتا ہے کہ لفظوں کی گٹھت ہی حضرت کے وعظ میں ایک چیز ہے جس سے ایک زبان دان کی جلسہ موتمر الانصار مرادآباد کے وعظ میں وجد کیسی حالت تھی اور بار بار سبحان اللہ اور صل علے کہتے تھے اور جھوم رہے اور پھڑک پھڑک اُٹھتے تھے اور کہتے تھے یہ الفاظ کہاں سے آجاتے ہیں جنمیں مطلق تصنع نہیں مگر حد سے زیادہ گٹھے ہوئے اور موقع اور محل کے الفاظ ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسے وعظ میں

دماغ کا کس قدر خرچ ہو گویا جتنا دماغ مہینہ بھر میں کسی تصنیف میں خرچ ہوتا اُتنا ایک دن کے وعظ میں خرچ ہو جاتا ہے۔ احقر نے دیکھا کہ موتمر الانصار مراد آباد کے وعظ فارغ ہونے کے بعد حضرت والا قریب آدھے گھنٹہ تک سر کو پکڑے بیٹھے رہے خدام سب نے پنکھا جھلا اور بدن دبایا تب بات کرنے کا تحمل ہوا۔ اسواسطے حضرت والا نے معمول کر لیا ہے کہ رات کو وعظ نہیں فرماتے کیونکہ نیند پر اس کا اثر پڑتا ہے اور کئی کئی دن تک طبیعت مضمحل رہتی ہے اور یہ کہ دو دن پے درپے وعظ نہیں فرماتے کیونکہ تکان رفع نہیں ہوتا۔ بعض لوگ ایک ایک دن میں دو دو جگہ وعظ کہلوانے کی فرمایش کرتے ہیں۔ اُن کو ذرا عقل سے کام لینا چاہیئے کم سے کم ایک دن کا فصل دینا ضرور ہے بلکہ جو خدام مزاج شناس اور سمجھدار ہیں وہ بلانے کی درخواست کے وقت یہ بھی عرض کر دیتے ہیں کہ ہم آپ کی زیارت کے خواستگار ہیں وعظ کو ہم حضرت کی رائے پر رکھتے ہیں اگر مزاج درست ہو اور موقع و محل سمجھا جاوے تو وعظ ہے ورنہ ہماری طرف سے ایک وعظ کا بھی اصرار نہیں۔

وعظ کا مضمون حضرت کی رائے پر چھوڑ دینا چاہیئے کسی خاص مضمون کو اپنی طرف سے معین کر دینا نہ چاہیئے۔ ہاں مشورۃً مقامی ضرورات کو ظاہر کر دینے کا مضائقہ نہیں جیسے وعظ سے پہلے بتا دیا جاوے کہ یہاں فیشن پرستی کا مذاق غالب ہے یا بدعت کا چرچہ ہے۔ نہ ایسا کہ ایک مرتبہ ایک صاحب نے اثنار وعظ میں پرچہ دیا کہ ذرا ڈھولکی بازوں کی بھی خبر لینا فرمایا میں کسی کی خبر نہیں لونگا میری عادت کے خلاف ہے جو میری سمجھ میں آویگا وہ بیان کرونگا۔ اور حضرت والا کے ساتھ کسی دوسرے کا وعظ ایک وقت میں مقرر نہ کریں کیونکہ اس میں علاوہ دیگر خرابیوں کے ایک یہ بھی ہے کہ وقت کی تحدید ہو جاتی ہے۔ اس سے آمد بند ہو جاتی ہے ضرور ہے کہ حضرت والا کو پوری آزادی دیں جس وقت تک جی چاہے بیان فرمائیں۔ بعض وقت اتنی آمد ہوئی کہ سات گھنٹے بیان فرمایا سامعین کو چاہیئے کہ اس نعمت خداداد کو غنیمت سمجھیں نہ یہ کہ اُس کو روکیں یا اُس سے اُکتا دیں اور اپنی تکلیف کے مقابلہ حضرت

واعظ صاحب کی تکلیف پر نظر کریں کہ سات گھنٹہ کھڑے ہو کر بیان فرمایا۔ اکثر بلکہ قریب کلی کے عادت حضرت والا کی یہی ہے کہ کھڑے ہو کر بیان فرماتے ہیں اور کبھی بیٹھکر بھی بیان فرماتے ہیں۔ تھانہ بھون میں علے العموم بیٹھ ہی کر بیان فرماتے ہیں۔

ف وعظ کے متعلق ایک قصہ

قصہ۔ خود حضرت والا سے احقر نے سُنا کہ ایک جگہ وعظ ہوا اس طرح کہ نیچے کے مکان میں مرد تھے اور بالاخانہ پر عورتیں اور واعظ صاحب بھی نیچے کے مکان میں تھے۔ فرمایا کہ میں نے کہا بجائے اسکے یہ اچھا ہوتا کہ عورتیں نیچے کے مکان میں ہوتیں اور مردانی مجلس بالاخانہ پر۔ لوگوں نے کہا اب تو انتظام ایسا ہی ہو چکا۔ خیر وعظ ہوا۔ بعد ختم عورتوں نے کہا۔ خدا جانے کیا کہہ گئے آج کیسا وعظ ہوا اسکے بعد پھر اُسی مکان میں وعظ ہوا اور مردانی اور زنانی مجلس بدل گئی تو عورتوں نے کہا ہاں آج وعظ ہوا ہے۔ اسکی وجہ یہ تھی کہ بالاخانہ پر آواز پہنچنا ذرا مشکل تھی حضرت والا کو آواز بلند کرنے میں تکلف کرنا پڑا آمد مضامین بند[عہ] ہو گئی۔

ف قصہ متعلق وعظ

ایک اور قصہ۔ حضرت والا نے جلسہ مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور کے وعظ میں خود بیان فرمایا کہ میں وعظ بُرا بھلا بیان کر لیتا ہوں اور پہلے سے سوچنے اور کتاب دیکھنے بھالنے کا اتفاق نہیں ہوتا ہے جو کچھ بیان ہوتا ہے وہ وقتی واردات ہوتے ہیں ایک دفعہ مجھے خیال ہوا کہ مجھ میں کچھ قوت بیانیہ ہے دیگر زبان والوں کا سا نہ سہی مگر کچھ تو کہہ ہی لیتا ہوں۔ اسکے بعد ایک بار گڑھی خام میں وعظ کہنے بیٹھا تو مطلق چل نہ سکا بہتیرا اپھیر پھار کر تقریر کرنا چاہی مگر نہ ہو سکی مجبوراً یہ چاہا کہ وقت پورا کرنے کیلئے کچھ اُنہیں بیانوں کا اعادہ کروں جو اس سے پہلے کبھی کر چکا ہوں مگر وہ بھی نہ ہو سکا آخر سمجھ میں آیا کہ حق تعالےٰ کو اُس گستاخی کا جواب دینا ہے وعظ ملتوی کر دیا اور لوگوں سے کہدیا مجھ سے بیان نہیں ہوتا۔

ف وعظ میں دل آزاری سے بچنا

حضرت والا کی عادت ہے کہ کسی خاص شخص کے عیوب وعظ میں بیان نہیں فرماتے کیونکہ اس سے دل آزاری ہوتی ہے اور ہوتا ہوا نفع بھی نہیں ہوتا اور یہ اُس حدیث کے مطابق ہے ما بال اقوام یفعلون کذا یعنی حضور صلے اللہ علیہ والہ وسلم

[عہ] کما قال مولینا حین سالتہ عن ذلک ۱۲

کی عادت شریف بھی یہی تھی کہ اس طرح بیان فرماتے تھے کہ بعض لوگوں کی یہ کیا عادت ہی کہ ایسا کرتے ہیں۔

اور حضرت کا طریقہ وعظ یہ ہے کہ اوّل ہاتھ اُٹھا کر دعا کرتے ہیں جو تخمیناً ایک مرتبہ الحمد پڑھنے کی برابر ہوتی ہے پھر خطبہ ماثورہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ اما بعد فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی کَذَا یا قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کَذَا۔ زیادہ تر آیت کا بیان فرماتے ہیں اور کبھی حدیث کا چنانچہ جتنے وعظ چھپے ہیں وہ اسکے شاہد ہیں۔ اس خطبہ کے سوا کبھی کوئی دوسرا خطبہ پڑھتے نہیں سُنا۔ ہاں ایسا بھی شاذونادر ضرور ہوا ہے کہ وقت کم ملا تو خطبہ بالکل نہیں پڑھا صرف بسم اللہ سے شروع کر دیا۔ نہ کبھی شروع میں خوش آوازی سے اشعار پڑھتے ہیں اور نہ قافیہ وسجع بگھارتے ہیں جیسے واعظ لوگوں کی عادت ہی کہ اللہ جل شانہ وعم نوالہ وتم احسانہ وعز برہانہ اپنے قرآن مجید اور فرقان حمید میں فرماتا ہے۔ کیونکہ اس خوش آوازی اور سجع بندی سے غرض یا تو مخاطبین کے جذبات کو جوش میں لانا ہوتا ہے تاکہ آیندہ جو کچھ کہا جاوے وہ ذہن نشین ہو جاوے یا اس سے مقصود وقت کو پورا کرنا ہوتا ہے اور حضرت والا کو ان دونوں چیزوں کی ضرورت نہیں جذبات کو جوش میں لانے کی ضرورت جب ہو کہ جب وہ مضامین خود دل میں گھس جانے والے نہ ہوں ایسے مضامین اہلِ قال کے ہوا کرتے ہیں۔ اور حضرت کے مضامین قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید کے قبیل سے ہوتے ہیں اور مصداق وَقُلْ لَّھُمْ فِیْٓ اَنْفُسِھِمْ قَوْلًا بَلِیْغًا کے دل سے ادھر جگہ ہی نہیں لیتے اور وقت کو پورا کرنے کی ضرورت اُسکو ہو جسے مضامین کی کمی ہو اور یہاں حالت یہ ہے کہ شعر

در بند آن مباش کہ مضمون نماندہ است
صد سال میتواں سخن از زلف یار گفت

ایک مرتبہ کانپور میں بعض لوگوں کی رائے ہوئی کہ صرف نماز کے متعلق چند روز وعظ فرمادیں تو حضرت والا نے دو مہینے کامل ہر روز دو دو گھنٹہ وعظ کہا جس میں صرف نماز کا بیان ہوتا تھا اور کوئی مضمون مکرر نہیں ہوا۔ بعض وعظ چھپے ہوئے اب ایسے موجود ہیں کہ دو وعظوں میں ایک بیان ختم ہوا ہے۔ احقر نے خود ایک حدیث کا بیان کم از کم پچاس دفعہ سنا ہوگا جن میں کبھی مضامین مکرر نہیں ہوئے یہ بات کوئی چاہے مبالغہ پر محمول کرے یا یقین نہ کرے لیکن خود احقر کے کانوں کی سنی ہوئی ہے اور جس نے حضرت والا کے وعظ دو چار بھی سنے ہیں وہ اس سے کچھ بھی تعجب نہ کرے گا۔ حضرت پر مضامین کا اس قدر ورود ہوتا ہے کہ وقت تنگ است و گفتنی بسیار کا مصداق ہوجاتا ہے شروع کرتے وقت ڈیڑھ دو گھنٹہ سے زائد کا ارادہ نہیں ہوتا مگر چھ چھ اور سات سات گھنٹہ تک نوبت آگئی ہے اور حضرت کی یہ حالت کہ اپنے پیروں کی خبر نہیں ایک حالت سے کھڑے اتنا وقت ختم ہوگیا۔ بعد ختم محسوس ہوا کہ تمام بدن چور چور ہوگیا جسکا تدارک دو دو دن میں بھی نہیں ہوتا اور سامعین کی یہ حالت کہ کسی طرح وعظ کا ختم ہونا گوارا نہیں کرتے نہ یہ خبر ہے کہ کتنا وقت جاچکا ہے نہ یہ یاد ہے کہ کیا کیا کام چھوڑ کر آئے تھے۔ ایک شخص کاتب وعظ کا بیان ہے کہ اکثر ایسا ہوا ہے کہ گرمی کا موسم ہے اور رات کو وعظ ہوا مجمع صحن میں تھا مگر اس شخص کو جگہ اندر کے دالان میں ملی لالٹین سامنے رکھ کر لکھنا شروع کیا مضامین کی دلچسپی نے ایسا محو کیا کہ جب وعظ ختم ہوا تو حیرت سے دیکھا کہ آج اتنی جلدی ہوچکا۔ گھڑی میں دیکھا تو تین گھنٹہ ہوئے کپڑے پسینہ سے نچڑ گئے مسودہ وعظ کے کاغذ تک پسینہ میں تر ہوگئے وعظ کے ختم پر لوگوں کی یہ حالت ہوتی ہے کہ جیسے کوئی ایک بہت دلچسپ خواب دیکھ رہا ہو۔ اور دیدہ و دل سے مست ہوا اور خواب پورا ہونے سے پہلے بیچ ہی میں کوئی اس کو جگا دے تو اس کو کس قدر تحیر ہوتا ہے اور جگا دینے والے پر کس قدر غصہ آتا ہے یا جیسے کسی بہت بھوکے کے سامنے کھانا رکھا جاوے اور دو لقمے کھانیکے بعد اٹھالیا جاوے تو کیسی جھوجھل آتی ہے اور اثر کی یہ حالت کہ چاروں طرف سے صدائیں بلند ہوتی ہیں

ف کانپور میں دو مہینہ تک نماز کا وعظ

ف ایک حدیث کا بہت بار وعظ

ف چھ سات گھنٹہ وعظ

ف سامعین وعظ کی دلچسپی

کوئی غایت مسرت سے کہتا ہے واہ مولنا جزاک اللہ۔ کوئی کہتا ہی سبحان اللہ تمہارا ہی حصہ ہی۔ کوئی کہتا ہی واہ مولوی جی ذبح کردیا۔ کوئی کہتا ہی ایسے وعظ ہونے چاہییں۔ کوئی کہتا ہے مجھے تو آج معلوم ہوا کہ دین کیا چیز ہے۔ کوئی کہتا ہی آج ثابت ہوا کہ عقل اور شریعت ایک چیز ہیں۔ کوئی کہتا ہے اسکو کہتے ہیں تصوف آج حل ہوا کہ ہمہ اوست کے کیا معنے ہیں راہزن فقیر یہ وعظ سنیں تو معلوم ہو کہ ہم کس دین میں ہیں۔ پھر لوگ پروانہ وار مصافحہ کیلئے دوڑتے ہیں۔ جلسہ موتمر الانصار مراد آباد کے وعظ میں دیکھا کہ جب حضرت وعظ ختم کرکے تخت پر سے اُترے تو ایک آدمی حضرت کے پیروں میں لوٹتا تہا اور اتنا بہی ہوش نہ تہا کہ مجمع میں کچل جاؤں گا۔ بمشکل حضرت نے اُس کو کچلنے سے بچایا۔ جب مضامین کی اتنی کثرت اور یہ کیفیت ہو تو جوش میں لانیوالی تدابیر اور دیگر بناوٹوں کی کیا ضرورت ہے۔ شعر

ایک شخص کا حضرت کے پیروں میں لوٹنا

ز عشق ناتمام ما جمال یار مستغنی است   بآب و رنگ و خال و خط چہ حاجت روی زیبا را
دلفریبان نباتی ہمہ زیور بستند   دلبر ماست کہ با حسن خداداد آمد

بلکہ اگر جوش کم کرنیکی تدابیر کی جاویں تو حق بجانب ہی چنانچہ حضرت والا نے بمقام میرٹھ مسجد خیر نگر وعظ مورخہ ۱۳۔ ذی الحجہ ۱۳۳۰ھ نیز دیگر بعض وعظوں میں تصریحاً بیان فرمایا کہ یہ طریقہ ہمکو پسند نہیں کہ اول جوشیلے مضامین بیان کریں پھر اپنے اصل مدعا کو ظاہر کریں جیسا کہ لکچراروں کا دستور ہے اور جس کو آجکل کے بہت سے واعظوں نے بھی اختیار کرلیا ہے ہم اسکو تلبیس کہتے ہیں۔ ایسے واعظوں کے ہر وعظ میں یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ شاید اب چندہ کا ذکر چھیڑا جاوے۔ میرے وعظ لوگوں نے بہت دفعہ سُنے ہیں مگر کبھی چندہ کی درخواست نہیں سُنی ہوگی۔ اور جب مجھے چندہ کا وعظ کہنا ہو تو میں شروع ہی سے مطلع کردیتا ہوں کہ آج چندہ کا وعظ ہے جس کا جی چاہے سُنے اور جس کا جی چاہے نہ سُنے۔ تمام وعظ میں یہ اندیشہ دلمیں رہنا ٹھیک نہیں کہ اب چندہ شروع ہوا اب ہوا۔ یہ جملے جوش کو کس قدر فرو کردینے والے ہیں مگر اثر برعکس ہے۔ ایک مرتبہ بمقام ریاست رامپور مدرسہ کے چندہ کیلئے بہت واعظوں کے بیان ہوئے اور سب ہی امکانی اور رائج تدابیر سے کام لیا گیا مگر لوگوں میں حرکت پیدا نہوئی۔ آخر میں حضرت والا کا مختصر سا ای

لیکچروں میں تلبیس

طرز کا بیان ہو تقریر ختم نہوئی تھی کہ روپیہ برسنا شروع ہو گیا۔ بامراد آباد میں مدرسہ قاسم العلوم میں چندہ کا جلسہ تھا اور متعدد واعظوں نے تقریریں کیں مگر اثر نہوا۔ اخیر میں حضرت والا کا نمبر آیا اور وقت ختم ہونے آگیا صرف ۴۲ منٹ مل سکے جس میں اپنے اُسی غیر جانبداری کے طریقہ کے ساتھ نہایت اختصار سے آیت تعاونوا علے البر والتقویٰ کا بیان فرمایا ابھی بیان ختم نہوا تھا کہ چندہ برسنے لگا یہ وعظ اشرف المواعظ میں چھپ چکا ہے۔ حضرت کو جو ملکہ بیان کا حق تعالےٰ نے عطا فرمایا ہے وہ حضرت کی تقریروں اور تحریروں سے ظاہر و باہر ہے۔ چنانچہ وعظ کبھی پہلے سے سوچکر یا کتاب دیکھ کر نہیں بیان فرماتے بلکہ جو کچھ بیان ہوتا ہے وہ وقتی واردات ہوتے ہیں علماء تعجب کرتے ہیں کہ مضمون کہاں سے بیان کرتے ہیں۔ اور ایسے صحیح اور طابق النعل بالنعل الفاظ برجستہ کہاں سے آجاتے ہیں۔ لیکن باوجود اس ملکہ کے بناوٹ کو مٹانے کی یہ حالت ہے کہ بعض دنوں تھانہ بھون میں یہ طریقہ اختیار کر لیا تھا کہ کتاب سامنے رکھکر وعظ فرماتے چنانچہ جمادی الثانی سنہ ۱۳۲۱ھ میں مولوی عبداللہ صاحب کے مکان کو وعظ فرمانے کیلئے تشریف لیچلے تو فرمایا کوئی کتاب لیلو اُس وقت تیسیر الوصول سامنے رکھی تھی احقر نے لی۔ جب کتاب کھولی تو یہ حدیث نکلی لا یواظب علی الوضوء الا مومن اسی سے وعظ شروع کر دیا مجمع عورتوں کا تھا اور زیادہ تر بیان غیبت اور غصہ کا منظور تھا اُسکو اس طرح بیان فرمایا کہ دیکھو وضو کی یہ فضیلت ہے کہ اُسپر مواظبت ایمان کی دلیل ہے اور یہ مسلم ہے کہ وضو عبادت مقصودہ نہیں بلکہ آلہ اور ذریعہ عبادت کا ہے جب عبادت غیر مقصودہ کی یہ فضیلت ہے تو عبادت مقصودہ کے کیا کچھ فضائل ہوں گے اور اُن کے اضداد یعنی معاصی کسدرجہ بُرے ہونگے اور اُن میں سے جو اس مجمع میں زیادہ تر قابل توجہ ہیں وہ غیبت اور غصہ ہیں الخ) یہ وعظ صاف ہو چکا ہے)۔

الغرض تصنع و تکلف کرنا تو درکنار ان کے مٹانے کی کوششیں کی گئیں اور حضرت والا کا وعظ بالکل سادہ ہوتا ہے ہاں جو واقعی خوبیاں کلام میں ہو سکتی ہیں اُن سے لبریز ہوتا ہے۔ زبان اتنی اچھی کہ اہل زبان عش عش کر جاتے ہیں مضامین ایسے کہ علماء متحیر ہوتے ہیں کہ یہ مضمون کہاں سے آتے ہیں۔ دعوات عبدیت کا ہر ہر حصہ اس کا

تصنع اور بناوٹ کو مٹانا اور کتاب سامنے رکھ کر وعظ کہنا

شاہد موجود ہیں۔ ایک مرتبہ احقر کے ایک شناسا نئے تعلیم یافتہ مقرری اد[illegible]اری کے مدعی حضرت والا کے وعظ کا شہرہ سُنکر احقر کے ساتھ بالقصد اسی واسطے وعظ میں گئے۔ کہ دیکھیں کیا کیا خوبیاں وعظ میں ہیں۔ اُنکی یہ حالت تھی کہ بیٹھے بیٹھے جھومتے تھے اور واہ واہ ورد زبان تھا اور بعد میں احقر سے کہا یہ علماء ہی کا حصہ ہے کہ بالبدیہہ ایسا بیان کرسکتے ہیں آج جو دنیا بھر کے نزدیک لیکچرار مانے ہوئے ہیں وہ پہلے سے کتابیں دیکھ کر سوچکر تقریر کو رٹ کر مجمع میں بیان کرتے ہیں پھر بھی اس تقریر سے کچھ نسبت نہیں۔

وعظ میں اشعار

حضرت والا اشعار عربی و فارسی اور اُردو کے ایسے موقع اور محل پر پڑھتے ہیں کہ مضمون میں جان پڑجاتی ہے اور سامعین پھڑک اُٹھتے ہیں۔ حضرت والا شاعر نہیں ہیں نہ کبھی بالقصد شعروں کے یاد کرنے کی طرف توجہ کی مگر اسقدر اشعار زبانپر ہیں کہ احقر نے مواعظ و تصنیفات میں سے جمع کئے تو بعد اخذ مکررات ایک[عہ] ہزار کے قریب ہوئے۔ اشعار کو بنا کر اور گا کر نہیں پڑھتے جیسے بعضے واعظوں کا دستور ہے معمولی لہجہ میں پڑھتے ہیں حتی کہ ایک دفعہ کسی نے کہا وعظ بہت اچھا ہے مگر شعرخوانی میں لے نہیں پیدا ہوتی حضرت نے بھی سن پایا۔ فرمایا بھائی تحقیق کرلو میں نہ ڈوم کی اولاد ہوں نہ ڈوم کی صحبت پائی ہے۔

وعظ میں تمثیلات

تمثیلات وحکایات موقع ومحل پر لانے میں حضرت کو وہ کمال حاصل ہے جو مولنا روم کو مثنوی میں ہے۔ یہ حکایات وتمثیلات مجمع کو کبھی ہنسا دیتی ہیں اور کبھی رولا دیتی ہیں۔ اگر ان حکایات وتمثیلات کو کوئی جمع کرے تو غالبًا اتنا ہی عدد اُن کا بھی ہوجاوے جتنا کہ ابیات کا ہوگیا ہے۔ الفاظ مختصر لیکن جامع ومانع ایسے ہوتے ہیں کہ ایک لفظ کم وبیش کرنے یا جگہ بدلنے کی گنجایش نہیں ہوتی اسی واسطے لفظ بلفظ قلمبند نہونیکا افسوس ہے۔ تقریر منتظم اور مرتبط ایسی کہ کہیں تشتت کی ہوا نہیں لگتی۔ اگر خلاصہ نکالا جاوے تو بہت تھوڑا سا نکل سکتا ہے اسواسطے لکھنے والوں اور یاد کرنے والوں کیلئے انتہا درجہ کی سہل ہے ایک شخص نے دو وعظ اسی طرح لکھے ہیں کہ بروقت بیان غور کے ساتھ سُن لئے اور بعد میں لکھ لئے ایک آیت یَاۤ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْھِکُمْ اَمْوَالُکُمْ الاٰیۃ کا

[عہ] یہ ایک رسالہ کی صورت میں ہیں ابیات حکمت نام رکھدیا ہے ۔ ۱۲

جوابات الزامی و تحقیقی

اور ایک یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًا کا۔ یہ دونوں وعظ صاف ہو چکے ہیں۔ اور ناظرین دعوات عبدیت نے خیال کیا ہو گا کہ اکثر وعظوں کے اخیر میں حضرت نے خود خلاصہ تمام وعظ کا تھوڑے سے الفاظ میں کر دیا ہے۔ وعظ میں صرف جوابات الزامی ہی نہیں ہوتے زیادہ تر تحقیقی ہوتے ہیں۔ کیونکہ حضرت کو مقصود اطمینان سامعین کر دینا ہوتا ہے۔ نہ صرف اسکات۔ اور وعظ میں نہ صرف تصوف کا رنگ ہوتا ہے بلکہ جملہ علوم کی آمیزش ہوتی ہے احکام فقہی بھی بیان ہوتے ہیں اور عادات و اخلاق بھی اور فلسفہ سے بھی تعرض ہوتا ہے اور جس فن کی بات چھڑ جاتی ہے اُسکے مبصر اور ماہر حیران ہوتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت کی طبیعت اس فن سے زیادہ تر مناسب ہے ایک مرتبہ سنہ ۱۳۲۱ھ میں بمقام کانپور ایک بڑے مجمع میں جسمیں علماء زیادہ تر تھے وعظ ہوا اور جعل مرکب و بسیط پر تقریر ہوئی تو مشاہیر معقولی فضلا حیرت میں تھے کہ ہم سمجھتے تھے کہ دیوبندیوں کو معقول نہیں آتی آج ثابت ہوا کہ خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم۔ تاہم یہ کہنا صحیح ہے کہ بالنسبۃ تصوف کا رنگ غالب ہوتا ہے۔

حضرت والا کا ایک مرتبہ عربی میں وعظ

اور ظاہر ہے کہ حضرت والا ہندوستانی ہیں۔ زبان دری اُردو ہے اُردو ہی میں بیان فرماتے ہیں لیکن ایک موقع ایسا بھی ہوا کہ راندیر ضلع سورت میں بیان ہوا ایک عالم عربی اللسان موجود تھے۔ اُنہوں نے بہت اشتیاق ظاہر کیا اس وجہ سے عربی میں ایک معتدبہ حصہ وعظ فرمایا وہ عالم صاحب بیحد محظوظ ہوئے اور لوگوں سے کہا کہ اچھی زبان ہے اور فصیح عربی ہے۔

تقریر میں ایجاز و اطناب

ایک خوبی تقریر میں یہ ہے کہ جتنا چاہیں مختصر بیان فرماتے ہیں اور جتنا چاہیں طویل اور طویل کو بھی سُنکر یہ خیال ہوتا ہے کہ اس سے کم اور کون سے الفاظ سے اس آیت کا بیان ہو سکتا ہے اور جب اختصار کر دیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس سے زیادہ طول کیسے ہوتا۔ سب مضامین ہو گئے۔ چنانچہ آیت مذکورہ یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًا کے بیان میں یہی ہوا کہ بیان طول کے ساتھ ہو رہا تھا گھڑی دیکھی گئی تو معلوم ہوا کہ نماز عصر کا وقت بہت قریب ہے لہذا تقریر کو مختصر کر دیا اور تھوڑے الفاظ میں وہ تمام مضامین جو طویل تقریر میں بیان ہوتے ختم کر دیے[۵] اور سُننے والے یہ کسی طرح نہیں اندازہ کر سکتے تھے کہ قصداً اختصار

---

[۵] یہ وعظ زنانہ مکان میں تھا اسواسطے مناسب ہوا کہ بیچ میں نماز عصر پڑھیں اور بعد نماز پھر وعظ کو پورا فرما دیں ورنہ ایسا بہت دفعہ ہوا ہے کہ مسجد میں وعظ ہو رہا ہے اور نماز کا وقت ہو گیا۔ درمیان میں نماز پڑھ لی اور بعد نماز وعظ کو پورا کیا۔

کیا گیا۔ بلکہ یہی خیال ہوتا تھا کہ اس آیت کے متعلق تقریر فی نفسہ ختم ہو گئی۔ اس سے زیادہ ہو ہی نہیں سکتی۔ غرض حضرت والا کا وعظ تصنع اور تکلف سے بالکل خالی اور حقیقی اور نفس الامری تمام اوصاف کو حاوی ہے۔ حضرت کے وعظ کی خوبیاں کچھ سُننے ہی سے تعلق رکھتی ہیں قلم کی زبان اُنکے بیان سے عاجز ہے۔ **شعر**

گر مصور صورت آں دلستاں خواہد کشید
لیک حیرانم کہ نازش راچساں خواہد کشید

بعض علما نے حضرت کے وعظ کی نقل اُتاری

بعض اُن علما نے جو حضرت والا سے گونہ رشک کا تعلق رکھتے تھے (جیسا کہ ہمعصروں میں اکثر ہوتا ہے) حضرت کے وعظ کی نقل اُتاری اور حضرت کے حج کو تشریف لیجانے کے زمانہ میں کانپور میں اپنا سکہ بٹھانا چاہا لیکن **شعر**

حسن الحضارۃ مجلوب بتطریۃ
وفی البداوۃ حسن غیر مجلوب

الفاظ میں مصنوعی اور قدرتی کا فرق رہا اور مضامین میں آمد اور آورد کا اور رہا سہا اُن کا وعظ بھی نظروں سے گر گیا اور نقال مشہور ہو گئے یہ وعظ اشرفی کے بطور نمونہ حالات ہیں آگئی

معمولات ڈاک

معمولات متعلقہ ڈاک۔ ڈاک لانے اور لیجانیکے لئے ایک ٹین کا چونگا بنا ہوا ہے جو خطوط روانگی کیلیے تیار ہو جاتے ہیں اُسی میں ڈالتے جاتے ہیں ڈاک لانے اور لیجانے کی خدمت نیاز خاں ملازم کے سپرد ہے مگر کبھی خود اصرار کر کے بعض طالب علم لے لیتے ہیں مدرسہ میں بھی جس کسی کو خط بھیجنا ہو اکثر یہ ہی اجازت ہے کہ اسی چونگہ میں ڈالدیں اور جو کچھ منی آرڈر وغیرہ کرنے ہوں اُس کی رقم بھی اسی چونگہ میں رکھدی جاتی ہے۔ اور ڈاک خانہ سے مدرسہ بھر کے خطوط ماسوا بیرنگ اور رجسٹری اور پارسل وغیرہ کے سب اسی میں آجاتے ہیں حضرت والا خود اسکو کھولکر اوّل ایک ایک خط کے پتہ کو پڑھتے ہیں اور جس جسکے خط ہوتے ہیں اُنکے پاس پہنچوا دیتے ہیں اور اپنی ڈاک رکھ لیتے ہیں۔ پھر ایک ایک کو پڑھکر علے الفور جواب لکھتے جاتے ہیں۔ جواب میں معمول یہ ہے کہ بہت مختصر بلکہ بعض اوقات صرف ہاں یا نہیں لکھتے ہیں مگر الفاظ اتنے ہوتے ہیں کہ مخل فی المقصود نہ ہوں جہاں اختصار سے کام نہیں چلتا طول سے کام لیتے ہیں ہاں ایسا رواں ہے کہ دوسرا آدمی ایک خط لکھے تو حضرت چار لکھیں کئی دفعہ بعض طلبا نے چاہا کہ حضرت کی تکلیف بٹا لیں اور حضرت بولتے جایا کریں اور کوئی لکھنے والا لکھا کرے۔

گر ثابت ہوا کہ اس سے کام اُتنی جلدی نہیں ہوتا جتنا خود لکھنے سے ہوتا ہے اس واسطے یہ طریقہ چھوڑ دیا گیا۔ ہاں اتنا ہے کہ پتہ خود نہیں تحریر فرماتے لفافہ بنانا بند کرنا سب جناب مولوی عبد اللہ صاحب نے اپنے ذمے لیلیا ہے۔ حضرت والا خط کا جواب لکھکر اُسی لفافہ میں رکھ کر چھوڑ دیتے ہیں اور جوابی کارڈ میں اگر پتہ وغیرہ کیمتعلق کوئی بات کاتب کے کارڈ میں ہوتی ہے تو جُڑا ہوا رہنے دیتے ہیں اور مولوی عبد اللہ صاحب لفافے وغیرہ بنا کر مرمت کرکے جوابی کارڈ کو جدا کرکے چونگہ میں ڈالدیتے ہیں پھر حضرت والا اُن سب پر ایک سرسری نظر احتیاطاً ڈال لیتے ہیں اور روانگی کی اجازت دیتے ہیں۔ مولوی عبد اللہ صاحب ڈاک میں آئے ہوئے لفافوں کو الٹوا کر نئے کرا لیتے ہیں اور وہی کام میں لائے جاتے ہیں یہ لفافے دیکھنے میں کچھ شاندار نہیں ہوتے بلکہ گونہ بدنما ہو جاتے ہیں اسپر بعض فیشن ایبل حقارت کی نظر ڈالتے ہیں اس کا جواب نہایت ہی پھڑکتا ہوا حضرت والا نے رسالہ حقوق العلم میں دیا ہے وہ یہ ہے کہ لوگ اسکو دناءت اور خست سمجھتے ہیں حالانکہ غور کرکے دیکھا جاوے تو حقیقت اسکی مال کو اضاعت سے بچانا ہے گو اس درجہ تک کی حفاظت واجب نہو۔ لیکن محمود اور اولے ہونے میں تو شبہ ہی نہیں متمدن اقوام کی عموماً اسپر مدح کیجاتی ہے کہ کوئی چیز بیکار نہیں چھوڑتے ہر چیز سے گو وہ کیسی ہی ناکارہ نظر آوے کام لیتے ہیں۔ حتیٰ کہ چیتھڑے گودڑوں کا کاغذ خود میں نے بنتے دیکھا ہی۔ تعجب ہے کہ اسپر تو مدح ہو اور اسکی نظیر پر خوردہ گیری کیجاوے نہایت ہی انصاف سے بعید ہے[1]۔ راقم کہتا ہے کہ جو لوگ ان لفافوں پر ہنستے ہیں اُن کی حرکات دیکھنے کی قابل ہیں۔ کارڈ کبھی نہیں لکھتے اس کو کسر شان سمجھتے ہیں۔ ایک صاحب کو اس میں ایسا غلو تھا کہ اگر کسی کا کارڈ آتا تو واپس کر دیتے تھے ایک صاحب لفافہ بھی نہ بھیجتے روزانہ کے خطوں کو رجسٹری کرا کر بھیجتے اور اس سے بھی زیادہ عجیب یہ کہ اگر لفافہ بھیجتے تو بجائے دو پیسے کے ٹکٹ کے ایک آنہ کا لگاتے اور کہتے یہ اس واسطے ہے کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ اسکے پاس ٹکٹ کم ہیں۔ عید آئی تو تین تین آنے کے رنگین اور منقش لفافے خریدے اور اُن کے اندر عید مبارک کا لفظ خوشنویس سے لکھوایا جس کی اجرت فی عدد تین آنے تھی ایک خط

ف لفافوں کو اُلٹوا کر کام میں لانا

ف فیشن ایبل لوگوں کی حرکات

---

[1] یہاں بقدر ضرورت مضمون نقل کیا گیا حقوق العلم کا بیان دیکھنے کے قابل ہی۔ ۱۲

ساتھ آنے میں روانہ ہوا۔ یہ حرکات اسراف ہونے کے ساتھ تکبّر اور تفاخر اور لہو و لعب بھی ہیں۔ کونسی عقل اسکو جائز رکھ سکتی ہے تعجب ہے کہ ان پر اعتراض نہو اور لفافوں کے لوٹنے پر اعتراض ہو۔

قواعد متعلقہ خطوط و فتاویٰ

حضرت والا کے قواعد خطوط و فتاوی کے متعلق یہ ہیں (۱) کارڈ جوابی یا جس خط میں ٹکٹ ہوتا ہے اُس کا جواب دیا جاتا ہے ورنہ ردّی میں داخل کردیا جاتا ہے (۲) بیرنگ خط واپس کردیا جاتا ہے (۳) پتہ صاف لکھیں ورنہ جواب پہنچنے کی اُمید نہ رکھیں (۴) مشتبہ ٹکٹ نہ بھیجیں نہ خود لگادیں (۵) فضول مضامین نہ لکھیں (۶) سفارش اور انجمنوں اور تقریبات میں شرکت کی فرمایش نہ کریں (۷) حضرت والا سے کتابوں کی یا ادویات کی درخواست نہ کریں حضرت کو تجارت سے کوئی تعلق نہیں جسکے نام کا اشتہار نظر سے گذرا ہو اُس سے براہ راست گفتگو کریں۔ کتابیں اکثر امداد المطابع تھانہ بھون کی ہیں اور ادویات کے نسخے بہشتی زیور و گوہر میں احقر محمدؐ مصطفٰے وارد میرٹھ محلہ کرم علی کے ہیں (۸) جس مسئلے میں شرح صدر نہ ہو یا بوجہ قلت فرصت یا بوجہ کتب موجود نہ ہونے کے روایات بہم نہ پہنچیں وہ بے جواب واپس کردیا جاتا ہے (۹) دلیل لکھنے کی درخواست نہ کریں اسواسطے کہ مقلد کو دلیل پوچھنے کا منصب نہیں اور جو مسئلہ قابل دلیل لکھنے کے ہوتا ہے اُس میں از خود دلیل لکھی جاتی ہے (۱۰) بعض لوگ کسی مضمون کے متعلق پہلے خط کا حوالہ لکھتے ہیں اور یاد نہیں آتا کہ پہلے کیا لکھا تھا لہذا یا تو پورا وہ مضمون نقل کردیا کریں یا وہ خط بجنسہ بھیجدیا کریں (۱۱) اگر جوابی کارڈ پر سوالات لکھیں تو اُس کی ایک نقل اپنے پاس رکھیں تاکہ جواب کی تطبیق کرسکیں (۱۲) اگر اپنا پتہ لفافہ پر لکھکر بھیجدیا کریں تو لفافہ بنانے اور پتہ لکھنے میں وقت صرف نہ کرنا پڑے (۱۳) فرائض کے سوالات مجمل نہ لکھیں ترتیب اموات ہر میت کو مع اُسکے ورثہ کے لکھیں (۱۴) فرائض اگر طویل ہوا تو چونکہ حساب کی ضرورت ہوتی ہے اسواسطے ایک محاسب سے اجرت پر کام لیا جاتا ہے اجرت فی بطن (۴ر) (۱۵) پرچہ میں چونکہ اسپرٹ ہونا محتمل ہے اسلئے اُس سے خط نہ لکھیں بعض اوقات نماز کی حالتیں جیب میں خط رہجاتا ہے (۱۶) عملیات و تعبیر خواب کی درخواست نہ کریں (۱۷) پلندہ نہیں

؎ حضرت والا کی تصانیف مولوی رفیق احمد منیجر مطبع امداد المطابع تھانہ بھون ضلع مظفر نگر سے بکفایت ملتی ہیں۔

خط نہ رکھیں کیونکہ قواعد ڈاک خانہ کے خلاف ہی۔

قصہ نارنول سے ایک انجمن کے سکرٹری کا خط آیا کہ ولدالحرام کے پیچھے نماز ہوتی ہے یا نہیں جواب دیا کہ اگر وہ جاہل ہے تو مکروہ ہے اور اگر جاہل نہیں ہے تو اگر مقتدی عار سمجھیں تو مکروہ ہے اس عارض کیوجہ سے اور فی نفسہ مکروہ نہیں۔ اسکے بعد نارنول سے ایک مولوی صاحب کا خط آیا کہ فلاں سکرٹری نے دھوکا دیا اُن جوابات کی نقل بھیجدیجئے۔ حضرت والا نے جواب دیا کہ مجھے معلوم نتھا کہ استفتے کی بنا نزاع پر ہے اگر اُس وقت معلوم ہوگیا ہوتا تو اُس کا جواب نہ دیتا اب معلوم ہوگیا لہذا جناب کا جواب ندوں گا بعد ازاں اُسی سکرٹری کا خط آیا کہ آپ کے جوابات پڑھے نہیں گئے لہذا دوبارہ لکھدیجئے۔ جوابدیا کہ جو جوابات پڑھے نہیں گئے اُن کو میرے پاس بھیجدیجئے تو میں نستعلیق لکھکر بھیجدوں۔

نستعلیق

قصہ۔ حضرت والا کوئی کام خلاف ضابطہ ڈاک خانہ کے نہیں کرتے حتی کہ ڈاک تنگ وقت میں بھی نہیں بھیجتے کہ ڈاک خانہ والوں پر بار ہو ایسے وقت بھیجتے ہیں کہ بہت سہولت سے روانہ ہوسکے لیکن باوجود اسکے دیہات کے ڈاک خانہ والے بھی اپنے آپ کو سرکاری ملازم سمجھ کر حکومت پسند ہوتے ہیں۔ ایک روز حضرت والا کی ڈاک لیکر ایک پڑھے لکھے تجربہ کار آدمی پہنچے وقت بہت تھا لیکن پوسٹ ماسٹر کو کچھ ایسا خبط سوار ہوا کہ اُن کو اتنی دیر کھڑا رکھا کہ وقت پارسل کا ختم ہوگیا جب وقت ختم ہوگیا تو اُن سے کہا پارسل کل کو لائیے اُنہوں نے کہا میں بہت دیر سے کھڑا ہوں اگر میں دیر میں آیا ہوتا تو آپ کو واپس کرنا زیبا تھا۔ اور اگر کثرت کام کا عذر ہے تو کام آپکا میں کرادوں پوسٹ ماسٹر صاحب نے ایک نہیں سُنی اور پارسل اُٹھاکر پھینکدی۔ خیر وہ پارسل اگلے دن روانہ ہوئی۔ قدرت خدا کہ پوسٹ ماسٹر سے یہ غلطی ہوئی کہ بجائے دو آنہ کے چار آنے کے ٹکٹ لگوائے جب پارسل مکتوب الیہ کے پاس پہنچی تو اُنہوں نے فوراً استغاثہ کیا کہ کیا وجہ دو آنے کے ٹکٹ زاید لگائے گئے اور پوسٹ ماسٹر سے جواب طلب ہوگیا۔ اب وہ لوگوں کی خوشامد کرتے پھرتے تھے کہ حضرت سے معاف کرادیں حضرت سے سفارش کیگئی اور حضرت نے معافی دی تب وہ اس جھگڑے سے نبچے اور بیحد معتقد ہوئے۔

حضرت والا کے وقت میں حق تعالیٰ نے ایسی برکت دی ہے کہ تھوڑے وقت میں بہت بہت کام ہو جاتے ہیں۔ رسالہ الابتلا، سولہ صفحہ کا تین گھنٹہ میں ایک جلسہ میں لکھا ہے اُسکی جامعیت حیرت انگیز ہے اور ایک تقریر بحیثیت صدر مجلس ہونیکے میرٹھ کے جلسہ موتمر الانصار میں پڑھی تھی جو بتیس صفحہ پر (دعاۃ الامہ وھداۃ الملۃ نام سے چھپی ہے وہ صرف پانچ گھنٹہ کی لکھی ہوئی ہے۔ اسی طرح بہت سی تحریریں ہیں جو کسی کے جواب میں طول کے ساتھ لکھنی پڑی ہیں مگر منٹوں میں گھنٹوں کا کام ختم کیا ہے

اللھم زد فزد وبارك فیہ وانفعنا بہ۔

دستور العمل ہدایا

ہدایا کے متعلق حضرت والا کے **دستور العمل**۔ حضرت والا کا ہر کام لغویت سے خالی اور اُسکی اصل غرض پر حاوی اور بہت سی حکمتوں کو شامل ہوتا ہے۔ ہدایا میں بھی اسی پر نظر ہے ہدیہ کی غرض حدیث تھادوا تحابوا میں یہ ارشاد ہوئی ہے کہ یہ ہدیہ موجب محبت ہے اور دوسری حدیث میں اس طرح تحدید فرمائی گئی ہے ما اتاك من غیر اشراف نفس فخذہ ومالا فلا تتبعہ نفسك ترجمہ جو بلا انتظار نفس آوے اُسکو لیلو اور جو نہ آوے اُسکی فکر میں مت پڑو۔ یہ دونوں حدیثیں ہدایا کے زریں اصول ہیں انہیں کے مطابق حضرت والا نے قواعد ذیل مقرر فرمائے ہیں۔

(۱) حضرت کے پاس ہمیشہ ہدیہ لیکر جانیکا پابند نہ ہونا چاہیے۔ کبھی لیجائے اور کبھی نہیں بلکہ کبھی وہاں سے لے آوے۔ غالباً حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کا جملہ ہے کہ کبھی لاؤ اور کبھی لیجاؤ۔ ایک شخص نے کبھی کبھی کوئی دوا حضرت کی خدمت میں پیش کی۔ حضرت نے اُسکو بارہا قیمتی قیمتی کتابیں عطا فرمائیں۔ بعض دفعہ اُس نے خود سوال کیا کہ حضرت اب بہت دنوں سے کوئی کتاب عنایت نہیں فرمائی تو اُس کو کتاب عنایت ہوئی۔ کبھی تسبیح مانگ لی۔ ایک مرتبہ ضرورت ہوئی تو سو روپے قرض مرحمت فرمائے۔ ہمیشہ ہدیہ لیجانے سے جب اسکی صورت پر نظر پڑیگی تو طبعاً وسوسہ پیدا ہوگا کہ خدا جانے کچھ لایا ہے یا نہیں یہی اشراف ہے۔ ایک صاحب نے درخواست کی کہ میں چاہتا ہوں کہ دس روپے ماہوار جناب کے لئے مقرر کر دوں

جواب دیا کہ میں کان پور میں پچاس روپے ماہوار پاتا تھا اگر مجھے ماہوار تنخواہ کی خواہش ہوتی تو پچاس کو کیوں چھوڑتا۔ جب آپ دس روپے ماہوار مقرر کردیں گے تو جب مہینہ ختم ہونے آیا کریگا تو انتظار ہوگا کہ اب تنخواہ آتی ہوگی اور یہ اشراف ہے ہاں کبھی کبھی اتفاقیہ بھیجدو گے تو قبول کرنے میں عذر نہیں۔

(۲) بیعت کیوقت ہدیہ نہیں لیتے۔ اسمیں اور مفاسد[۵] کے ساتھ اشراف نفس بھی ہے جیسا کہ امام ربانی حضرت مولٰنا رشید احمد صاحب قدس سرہٗ فرماتے تھے کہ بھائی آجکل کے پیروں کی یہ حالت ہے کہ کوئی دیہاتی آپ کے سامنے سر کھجلانے لگے تو پیر صاحب کو خیال ہوتا ہے کہ شاید پگڑی میں سے روپیہ نکال کر دیگا۔ احقر کے زمانہ قیام تھانہ بھون میں ایک سوداگر صاحب پشاور سے تشریف لائے پہلے احقر سے ملاقات ہوئی اُنہوں نے مشورۃً بندہ سے فرمایا کہ میں کچھ کپڑا ہدیۃً لایا ہوں اور ارادہ بیعت کا ہے اگر تو اس کا پیش کر دینا کچھ موثر سمجھے تو پہلے اس کو پیش کردوں بندہ نے کہا خدارا ایسا نہ کیجیے اگر بیعت فرمانا ہوگا تو بلا اسکے فرمالیں گے اور اسکے پیش کرنے کے بعد کامیابی کی اُمید ہرگز نہ رکھیے وہ بہت سمجھدار تھے اور کہنے لگے اچھا اب میں اس کو واپس لیجاؤں گا اور وہاں سے بذریعہ پارسل بھیجدوں گا۔ حضرت والا بیعت کیوقت مٹھائی نمک بانٹنے سے ناراض ہوتے ہیں۔

(۳) اگر کسی قرینے سے محسوس ہوجاوے کہ اس ہدیہ میں دنیاوی حاجت مثلاً سفارش کرانا یا تعویذ گنڈا وغیرہ کرانا شامل ہے تو اُس کو قبول نہیں فرماتے۔ حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک اونٹ دیا آپ نے اُسکے عوض میں کئی اونٹ دیے مگر وہ راضی نہوا تو آپ کو سخت رنج ہوا اور آپنے خطبہ فرمایا کہ فلاں فلاں خاندان کے سوا کسی کا ہدیہ نہ لوں گا۔ اسی وجہ سے حضرت والا اوّل ملاقات کے ہدیہ کو نہیں لیتے۔ کیونکہ معلوم نہیں کہ اس شخص کی نیت کیا ہے الّا آنکہ قرائن قویہ سے

---

[۵] اور مفاسد مثلاً مرید سے دنیا از برسر فولاد نہی نرم شود۔ غربا کا بیعت سے محروم رہنا۔ مرید کا عطایا پر بھروسہ کرکے عمل سے باز رہنا۔ نظروں میں ذلیل ہونا وغیرہ ۱۲۔

خلوص ثابت ہو جاوے۔

(۴) مشترک مال میں سے ہدیہ نہیں لیتے الاّ آنکہ جملہ شرکا رکا خلوص قرائن قویّہ سے ثابت ہو جاوے۔ ایک شخص نے کلکتہ میں تیس روپے پیش کیے حضرت فرماتے تھے کہ مجھکو ایسا انقباض ہوا کہ ہرگز لینے کو جی نہ چاہا اور واپس کیے اُنھوں نے باربار اصرار بھی کیا لیکن دل نے گوارا ہی نہ کیا۔ بعد میں تحقیق ہوا کہ دو شخص دوکان میں شریک ہیں اُنھوں نے بلا دریافت شریک کے یہ رقم دی تھی گو بعد میں اُسکی رضا ہو گئی تھی۔ ہدیہ دینے والے اس واقعہ کو خوب یاد رکھیں اور پاک اور بے غل وغش مال سے اور اخلاص کے ساتھ دیں ورنہ ندینا بہتر ہے۔ اگر ساری عمر بھی کوئی ہدیہ نہ دیگا تو وہاں سے انشاءاللہ مطالبہ نہو گا نہ قولاً نہ فعلاً نہ اشارۃً نہ کنایۃً۔

ایک واقعہ

(۵) مشتبہ مال میں سے ہدیہ نہیں لیتے چنانچہ حکمت پنجاہ وششم میں بیان ہوا ہے کہ حضرت کے ایک عزیز کے یہاں کچھ حصّہ نابالغوں کا شامل ہو گیا تھا تو حضرت نے اُن کے یہاں کا کھانا تک لینا بند کر دیا اسوجہ سے کہ سب مال مشتبہ ہے۔ مشتبہ مال پر نیت ڈالنا اشراف نفس ہے۔

(۶) کسی سے ایک مہینہ میں ایک دن کی آمدنی سے زیادہ نہیں لیتے۔ بعض جوشیلے اشخاص نے اس سے زیادہ پیش کیا اور حضرت نے واپس کیا تو عرض کیا کہ اچھا آج ½ ہی لیلیجے مگر کل کو پھر لینا ہو گا فرمایا نہیں ایک مہینے کے بعد۔

(۷) جو چیز پیش کی جاوے اگر وہ حضرت کے پاس موجود ہو تو عذر فرماتے ہیں کہ اسکی ضرورت نہیں۔ اور اگر صاحب ہدیہ اسپر بھی نہ مانے اور قرائن سے ثابت ہو کہ واپس کرنے میں اُسکی دلشکنی ہے تو لے لیتے ہیں۔ پھر بعد میں اُسکو فروخت کر دیتے ہیں یا ہدیۃً کسی کو مرحمت فرمادیتے ہیں۔ چنانچہ سفر ڈھاکہ میں لوگوں نے سیتل پاٹی کی چٹائیاں بکثرت پیش کیں اُن سب کو دیوبند کے مدرسہ میں بھیجدیا۔ ایک گھڑی ساز حافظ عبدالرزاق صاحب نامی نے بمقام میرٹھ ایک گھڑی پیش کی تو فرمایا گھڑی میرے پاس ہے اس کی ضرورت نہیں اُنھوں نے اصرار کیا تو فرمایا اچھا اگر یہ ہدیہ ہے تو ہر طرح میری ملک ہو گا

مجھے اختیار رہوگا کہ جو تصرف اُس میں چاہوں کروں خواہ بیچڈالوں۔ عرض کیا میری واہش تو یہ ہے کہ حضرت کے پاس میری یادگار رہے فرمایا تو مجھے ضرورت نہیں بے ضرورت چیز لینا اشراف نفس ہے۔

(۸) جس ہدیہ میں کسی قسم کی کلفت پیش آوے اُسکو منظور نہیں کرتے خواہ کلفت مہدی کو ہے یا مہدی لہ کو کیونکہ ایسا ہدیہ باعث ازدیاد محبت نہیں ہوتا۔ چنانچہ اب سے دو برس پہلے ک یہ تھا کہ لوگ دور دور سے ہدایا بذریعہ پارسل ریل بھیجتے تھے اور حضرت غایت کرم ے اُن کی دلشکنی کا خیال کرکے قبول فرمالیتے تھے اور اسٹیشن سے بذریعہ نیاز خاں ملازم کے وصول کرالیتے تھے بلکہ جس زمانہ میں تھانہ بھون کو ریل نہ نکلی تھی مظفرنگر کے سٹیشن سے کسی کی معرفت منگوالیتے تھے اور یہ ہدایا اس کثرت سے آتے تھے کہ شاید ہی کوئی دن خالی جاتا ہو۔ میوہ جات اتنے جمع ہوجاتے کہ مہمان کھاتے اور مدرسہ کے طالب علموں کو بٹتے۔ جب ریل والوں نے دیکھا کہ روزمرّہ پارسلیں آتی ہیں تو اپنی عادت کے موافق ملازم کو دق کرنا شروع کیا۔ ایک روز خربزوں کا پارسل لکھنؤ سے آیا مگر ریل والوں نے اُس دن نہ چھوڑا حضرت کو سخت ناگوار ہوا اور منع فرمایا کہ اب چھڑانے مت جانا اگلے دن اسٹیشن ماسٹر نے انتظار کیا۔ جب کوئی نہ آیا تو وہ خود بطور معذرت پارسل لیکر حاضر ہوا حضرت نے انکار کردیا اُس نے بہت خوشامد کی لیکن حضرت نے ایک نہیں سنی مجبورًا واپس لیگیا۔ اور اُس کا نیلام کرکے آپس ہی میں چھڑا لیا۔ اُس کا بیان ہے کہ مال بہت مارے ہیں مگر ایسے خربزے کبھی نہیں کھائے کھلاتے تھے اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ گو جاتے ہیں۔ اُس روز سے حضرت والا نے اعلان کردیا ہے کہ کوئی بذریعہ ریل کچھ چیز نہ بھیجے نہ چھڑائی جاویگی۔ یہ حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ کی تقلید ہے۔ حضرت کے پاس سی رئیس نے دو سو روپے کی ہنڈی بھیجی اور لکھدیا کہ فلاں دوکان سے وصول فرمائیں دوکاندار نے بھی کہلا بھیجا آپ نے فرمایا نہ ہم مانگنے گئے تھے نہ چھڑانے جاویں۔ چنانچہ دوکاندار نے معذرت کی اور ایک آدمی کے ہاتھ مکان ہی پر روپیہ بھجوایا۔ اب بعض جوشیلے خدام یہ کرتے ہیں کہ جس قیمت کی چیز بھیجیں اُتنا نقد بھیجدیتے ہیں اور درخواست کرتے ہیں

کہ ہم چاہتے ہیں کہ ان داموں کے آم (مثلاً) جو عمدہ سے عمدہ ملیں وہ آپ نوش فرماویں یا کسی اور کے نام تھانہ بھون میں بھیجدیتے ہیں کہ وہ پارسل چھڑا کر حضرت کی خدمت میں پیش کردیں یا خود اپنے ساتھ لاتے ہیں۔

ایک واقعہ

واقعہ۔ ایک دفعہ احقر حضرت کے ساتھ دہلی سے ہاپوڑ کو ریل میں روانہ ہوا دہلی کے بہت آدمی مشایعت کیلئے آئے جب سب رخصت ہوگئے تو ایک صاحب نے دو روپے نذر کئے اور حضرت ڈیوڑھے درجے میں تھے اور ایک ہندو سیٹھ بھی بیٹھا تھا۔ حضرت اُس نذرانہ سے ناخوش ہوئے اور فرمایا افسوس ہے کہ آپ کو ہدیہ کا طریقہ بھی نہیں معلوم ایسے وقت میں دیا ہے کہ میں کسی طرح اندازہ نہیں کرسکتا کہ کس نیت سے دیا گیا میرے شرائط اس میں موجود ہیں یا نہیں یہ تو مانع شرعی ہے۔ اور ایک مانع عقلی ہے کہ ایسے مجمع میں اخفا ہو نہیں سکتا تو بعض ملنے والوں پر بار پڑیگا اور جب ملنے آویں گے تو بتکلف اس کا اہتمام کرینگے اور ایک مانع طبعی ہے کہ اس وقت میری وضع قطع اور موجودہ حالت سے سب کو معلوم ہوگیا ہی کہ میں مولوی ہوں اب یہ ہندو دیکھنے والا یہی سمجھیگا کہ پنڈتوں کی طرح مسلمانوں کے مولوی بھی مانگتے کھاتے پھرتے ہیں اس کو میری غیرت تقاضا نہیں کرتی۔ بموقعہ قبول کرنا اشراف نفس ہے

ایک واقعہ

ایک مرتبہ حضرت میرٹھ تشریف لائے جب رخصت ہوئے اور گاڑی میں سوار ہونے لگے تو ایک صاحب نے دو روپے پیش کئے تو حضرت نے فرمایا کہ یہ ہدیہ ہی یا بھٹیاری کا کرایہ کہ چلتے وقت حساب بیباق کیا ہے۔ اگر یہ ہدیہ ہی تو اوّل ملاقات میں کیوں نہیں دیا اور اُس کو قبول نہ فرمایا۔ یہ ہدیہ جو ٹال کر دیا جاوے جوش محبت سے نہیں ہوتا لہذا تحابوا میں داخل نہیں

راقم کہتا ہی کہ ہدیہ دینا مسنون طریقہ ہے اور تطییب قلب مومن اور دیگر بہت سے وجوہات سے داخل عبادت ہی اور عبادت کا مغز خلوص وللّٰہیت ہی تو مہدی کو چاہئے کہ للّٰہیت کو ہاتھ سے نہ جانے دے اور یہ سمجھ کرے کہ میں یہ چیز حضرت حق جل وعلا شانہ کی بارگاہ میں پیش کرتا ہوں مہدی لہ صرف وہاں پیش ہونے کے واسطہ ہیں۔ جب یہ خیال پیش نظر ہوگا تو تمام شرائط وآداب کی رعایت آپ سے آپ ہو جاویگی نہ احسان جتانے کا خیال آئیگا۔ شعر

منت منه که خدمت سلطان همی کنی   منت شناس ازو که بخدمت بداشتت

ہراسان وترساں پیش کریگا اور وَالَّذِیْنَ[۵] یُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ
صداق بنجاویگا۔ نہ کسی عوض کی تمنا رہیگی۔ بعض لوگ اس واسطے اپنی دوکان کی چیزوں
ں سے ایک چیز پیش کرتے ہیں کہ ہمارے مال میں برکت ہو اور ایسا ہوتا بھی ہے۔ چنانچہ
ب کنجڑہ کانپور میں جب دوکان کھولتا تو پہلے دو تین پھل عمدہ حضرت کے سامنے رکھ
تا اور کہتا تھا آج مجھے بہت نفع رہیگا۔ یا ابھی ماہ رجب سنہ ۱۳۳۳ھ میں میرٹھ کا واقعہ ہی کہ میر
صوم علی صاحب میرٹھی کو ایک شخص تھانہ بھون جانیوالا ملا حضرت والا کے لئے میر صاحب نے
دو بھیجنا چاہا۔ مگر اُس روز اُن کا ہاتھ تنگ تھا کہیں سے ایک چونی لیکر کدو خریدے گئے
ور فرمانے لگے مجھے یقین ہے کہ ابھی کہیں سے میرے پاس یہ چونی مع کچھ اضافہ کے
جاویگی۔ چنانچہ کدو خرید رہے تھے کہ ایک پرانے اُن کے قرضدار آگئے جن سے قرض
صول ہونے کی اُمید نہ رہی تھی اور ڈیڑھ روپیہ بلا اُن کے مانگے پیش کیا۔ ایک مرتبہ
ضرت نے بجنور میں ماء اللحم بنایا اور مقدار میں زیادہ بنگیا وہ کسی طرح بکتا نہ تھا۔ اُس وقت
ں حضرت پیرانی صاحبہ بیمار تھیں۔ ایک بوتل اُن کے واسطے بھیجدی بس وہ بھیجنا تھا
بہت ہی جلدی سب ماء اللحم بک گیا ایسے نظائر ہزاروں ہیں لیکن احقر کہتا ہی کہ یہ سب نتائج
مود ہیں ان کو مقصود نہ بنانا چاہیے بلکہ ہدیہ اس طرح پیش کرنا چاہیے جیسے اپنی اولاد کو آدمی
لاتا ہے کہ پاس ہو تو اور نہو تو بلا کھلائے چین نہیں آتا اور اُس کو کھلا کر یہ
تا ہے کہ گویا میں نے ہی کھایا ہے۔ محبت وہ چیز ہے کہ محبوب کے سامنے اپنے آپے کو بھی
دیتی ہے۔ شعر

عشق آں شعلہ است کہ چوں برفروخت   ہرچہ جز معشوق باشد واسوخت

رت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سفر ہجرت میں دودھ ایک چرواہے سے لیکر حضور
اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا حضور نے پیا تو حضرت صدیق فرماتے
شرب حتی رضیت آپ نے اتنا پیا کہ میں سیر ہو گیا۔

---

[۵] ترجمہ۔ اور اہل ایمان وہ ہیں کہ جو کچھ دیتے ہیں اُس میں اُنکے دل ڈرتے ہیں کہ ہمکو حق تعالیٰ کے سامنے جانا ہی ۱۲ منہ سنہ ۱۳۲۱ھ

جناب حافظ عبدالرحمٰن صاحب مراد آبادی کے ایک مرید کو دیکھا کہ وہ پیسے کی کوئی چیز لائے اور حافظ صاحب کے بچّہ کو علیحدہ لیجاکر کھلا دیتے حافظ صاحب تک کو خبر نہوئی اور کہتے کہ اب میرا دل ٹھنڈا ہوگیا۔ چند روز میں قدرت خدا سے یہ بات کھل گئی تو لوگوں نے اُنکا نام بچّوں کی دائی رکھدیا اور اُن نتائج کو مقصود قرار دے لینے کا نتیجہ یہ ہے کہ اگر کبھی حق تعالےٰ نے امتحان لیا اور یہ نتیجہ مرتب نہوا تو بددلی اور سوءظن باللہ اور شیخ کی طرف سے بدعقیدگی وغیرہ پیدا ہوجاویگی۔ اور یہ خیال ہو گا کہ اتنے دنوں بھی جو ہم نے خدمت کی یہ سب فضول اور مہمل رہی اس سے وہ سب مُنھ پر مار دیجاوے گی اور خسر الدنیا والآخرۃ کا مصداق ہوگی۔ بلکہ غور سے دیکھا جاوے تو اعمال پر نتائج دنیاوی کا مرتب نہونا ہی اولےٰ ہے ورنہ آخرت میں کمی ہوتی ہے۔ بعض صحابہ نے فتوحات ہونے کے بعد افسوس کے ساتھ کہا کہ مقصود کو تو وہ لوگ پہنچے جو معرکہ میں شہید ہوگئے جنھوں نے عمل کے بعد کوئی بھی دنیا کا ثمرہ نہیں پایا ومنا من اینعت لہ ثمرتہ۔ یعنی ہم تو وہ ہیں کہ ہمارے پھل دنیا ہی میں پک گئے ہدیہ دینے والے کو چاہیے کہ یہ سمجھ کر ہدیہ دے کہ میں حق تعالےٰ کو دیتا ہوں یہ وہ جامع اُصول ہے کہ اُس کے ہوتے کسی بتانے والے اور رہبر کی ضرورت نہیں حق تعالےٰ سے مسلمان کو محبت ضرور ہوتی ہے وہ خود تمام طرق سکھا دیتی ہے۔ ماں کو بچّوں کے کھلانے کے طریقے اور اصول سکھانے کیلئے کوئی کتاب نہیں پڑھائی جاتی۔ ہدیہ دینے والیکو چاہیئے کہ ہدیہ دینے کے بعد بجائے اُس کو یاد کرنے یا احسان جتانے کے استغفار کرتا رہے اور دعا مانگے کہ یا اللہ جو کچھ مجھ سے خلوص میں کمی رہی ہو اپنی رحمت سے اُسپر نظر نہ کیجیے۔ قطعہ

بندہ ہماں بہ کہ از تقصیر خویش عذر بدرگاہ خدا آورد
ورنہ سزاوار خداوندیش کس نہ تواند کہ بجا آورد

ہرچند کہ اخلاص اور صدق بہت مشکل ہے مگر حق تعالےٰ کے نزدیک کچھ مشکل نہیں ایسے ہی موقع میں فرمایا گیا ہے اعلموا ان اللہ یحیی الارض بعد موتہا قد بینا لکم الآیات لعلکم تعقلون اس سے پہلے خشوع کا حکم ہے اور وہ کما حقہ مشکل ہے اور اُس پر ہمت دلانیکے لئے نظیر ارشاد فرمائی کہ مردہ زمین کو ہم کیسے زندہ کر دیتے ہیں اور آگے ارشاد ہے والذین

نوا باللہ ورسلہ اولئک ھم الصدیقون والشھداء عند ربھم یعنی صدیقین اور ہدار انہی مسلمانوں میں پیدا ہوتے ہیں لہذا ہمت نہ ہارو اور تھوڑا کام کرو اُس کو کامیاب ہمارا کام ہے لہذا چاہیے کہ ہدیہ میں اپنی طرف سے کسی مفسدہ کو داخل نہ ہونے دے ار اگر کچھ کوتاہیاں رہیں تو حق تعالے سے استغفار کرے انشاءاللہ وہ کامل ہی ہوجاویگا من تاب وآمن وعمل صالحا فاولئک یبدل اللہ سیاٰتھم حسنات وکان اللہ غفوراً رحیماً ع

خاتمہ بالخیر

کتاب یہاں ختم ہوتی ہے اب ناظرین دعا فرماویں کہ حق تعالی محض اپنے کرم و تمل سے میرے اس ناچیز ہدیہ کو جس میں نہ کوئی صوری خوبی ہے نہ معنوی اور اخلاص ر صدق کام ہی لینا بیجا ہے قبول فرماویں۔

ربنا جئناک ببضاعۃ مزجاۃ فاوف لنا الکیل وتصدق علینا

اے اللہ ہم ایک کھوٹی پونجی آپ کے سامنے لائے ہیں ہمکو اس کا پورا معاوضہ خیرات داخل دیدینا

امن یجزی المتصدقین بجاہ سید المرسلین علیہ وعلی الہ الصلوۃ

ے وہ کہ خیرات کرنے والوں کو جزاء خیر دیتا ہے بطفیل سید المرسلین کے آپ پر اور آپ کی آل پر زمین و آسمان

والسلام ملاء السمٰوت والارضین وآخر دعوانا ان الحمد للہ

بھر کر صلوۃ وسلام نازل ہو اور آخری قول ہمارا یہ ہے کہ حمد وثنا

رب العلمین

اللہ رب العلمین کیلیے ہی

ف۔ یہ عجیب بات یہاں پیش آئی کہ راقم کا خیال یہاں پر کتاب کے ختم ہونے کا نہ تھا اور یہ خیال تھا کہ ابھی کچھ ضامین باقی ہیں لیکن فہرست مجوزہ کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ اب کوئی مضمون باقی نہیں۔ حق تعالے کا شکر ہے اور شاءاللہ فال نیک ہے کہ آیۃ مغفرت ورحمۃ اور وعدہ تکمیل پر خاتمہ ہوا۔ ۱۲

اور یہ دعا بھی پڑھیں

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ

اے رب ہمارے دے ہمیں دنیا میں بھلائی اور آخرت میں بھلائی۔ اور بچا ہمیں دوزخ کے عذاب سے

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَیْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ

اے رب ہمارے نہ پھیر ہمارے دل بعد ہدایت کرنے کے اور دے ہمیں اپنے پاس سے ایک

رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ

رحمت کہ بیشک تو ہی دینے والا ہے۔ اے رب ہمارے بخش دے مجھے اور میرے ماں باپ اور مومنین کو

یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ ط رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًا ط رَبَّنَا

قیامت کے دن اے پروردگار رحم کر میرے والدین پر جیسا اُنہوں نے مجھے چھوٹے سے

هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّیّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْیُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ

پالا تھا اے رب ہمارے دے ہمکو ہماری بیبیوں اور آل اولاد میں سے انکھونکی ٹھنڈک اور کر ہمکو متقین کیلئے

اِمَامًا رَبِّ اَوْزِعْنِیْ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی

امام اے اللہ نصیب کر مجھے یہ کہ شکر کروں تیری اُس نعمت کا کہ تو نے مجھے دی ہے اور میرے

وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰهُ وَاَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْكَ

والدین کو دی ہے اور یہ کہ کروں میں نیک عمل جسے تو پسند کرے اور صلاحیت دے میری اولاد میں میں نے

وَاِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ، رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا

تیری طرف رجوع کیا اور میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔ اے رب ہمارے بخش دے ہمیں اور ہمارے اُن بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان میں

بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّكَ

داخل ہوئے اور نہ کر ہمارے دلوں میں کدورت ایمان والوں کی طرف سے اے رب ہمارے

رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ط اِنَّا نَسْئَلُكَ مِنْ خَیْرِ مَا سَاَلَكَ مِنْهُ نَبِیُّكَ مُحَمَّدٌ

تو بہت مہربان رحم والا ہے۔ ہم مانگتے ہیں تجھ سے وہ اچھی چیزیں جو مانگی ہیں تجھ سے تیرے نبی محمد

صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَسْتَغْفِرُكَ لِكُلِّ خَیْرٍ اَرَدْتُّ بِهٖ

صلے اللہ علیہ والہ وسلم نے میں معافی چاہتا ہوں ہر اُس نیکی کے بارے میں جس کو کرنا چاہا میں نے خاص تیرے لیے

جهلت فخالطني فيه ما ليس لك اللّٰهمّ إنّي أسئلك رزقًا

دل گئی اُس میں وہ چیز جو خالص تیرے لئے نہ تھی۔ اے اللہ میں مانگتا ہوں تجھسے رزق

يّبًا وعلمًا نافعًا وعملًا متقبّلًا وأعوذ بك من علمٍ لا ينفع وقلبٍ

لال اور علم کارآمد اور عمل مقبول اور پناہ چاہتا ہوں تیری اُس علم سے جو نفع نہ دے اور

يخشع ومن نفسٍ لا تشبع ومن دعوةٍ لا يستجاب لها اللّٰهمّ

ل سے جو خشوع نہ کرے اور نفس سے جو سیر نہو اور ایسی دعا سے جو قبول نہ کیجاوے۔ اے اللہ

أعنّي على غمرات الموت وسكرات الموت اللّٰهمّ اغفر لي وارحمني

د کرنا میری موت کی بیہوشیوں اور موت کی سختیوں پر۔ اے اللہ بخشدے مجھے اور رحم کر مجھ پر اور ملا

وألحقني بالرّفيق الأعلى فاطر السّموات والأرض أنت وليّ

مجھکو اعلے رفیقوں میں۔ اے پیدا کرنے والے آسمانوں اور زمینوں کے تو ہی ہے رفیق میرا

الدّنيا والآخرة توفّني مسلمًا وألحقني بالصّالحين وتقبّل

دنیا اور آخرت میں اور اُٹھانا مجھکو مسلمان اور ملانا مجھکو نیکوں میں اور قبول کر

هذه الدّعوات في حقّ من هو موضوع هذا الكتاب الّذي

یہ دعائیں اُس شخص کے حق میں جو ہیرو ہیں اس کتاب کے جن کو دی ہے

آتيته الحكمة وفصل الخطاب الشّيخ الرّضيّ النّقيّ سيّدنا ومولينا

تو نے حکمت اور قول فیصل شیخ برگزیدہ متقی سردار سیدنا و مولینا

محمّد أشرف علي وفي حقّ محمّد مصطفى وأحمد حسن وعاشق إلٰهي

محمد اشرف علی صاحب اور حق میں محمد مصطفے کے اور منشی احمد حسن اور عاشق الٰہی کے

ورفيق أحمد وشبير علي وكلّ من له اسمه في هذا الكتاب إنّك أنت

اور رفیق احمد اور شبیر علے اور ہر اُس شخص کے جس کا نام اس کتاب میں آیا ہے۔ کیونکہ تو غالب

العزيز الوهّاب وصلّى الله تعالى على سيّد الكائنات وأكرم المخلوقات

اور بہت دینے والا ہے اور رحمت کاملہ بھیجے اللہ تعالے اوپر سردار کائنات اور بہترین مخلوقات کے

صلوٰۃ تسبق الغایات۔ ثم الحمد للہ الذی بنعمتہ تتم

ایسی رحمت ہے کہ گذر جاوے حدوں سے۔ تمام ہوئی کتاب اُس خدا کے فضل سے انعام سے اچھی باتیں

الصالحات

پوری ہوتی ہیں

نظم مشتمل بر منقبت و دعا از احقر الوریٰ محمد مصطفیٰ

سالکاں را پیشوا اشرف علی ‌ ‌ ‌ عارفاں را مقتدا اشرف علی
مثل نامش در صفات و ہم بذات ‌ ‌ ‌ آمدہ صدر العلیٰ اشرف علی
ہم بعشق حق ہمی دارد فنا ‌ ‌ ‌ ہم بحق دارد بقا اشرف علی
تا ہما از آسمان نازل شود ‌ ‌ ‌ زاں شدہ فوق الوریٰ اشرف علی
راست گفتا ہر کہ در سجعش بگفت ‌ ‌ ‌ از گروہ اولیا اشرف علی
دین را تجدید کردہ حق بوے ‌ ‌ ‌ علم و حکمت بستہ با اشرف علی
برخے از عادات وی کردم بیاں ‌ ‌ ‌ زانکہ آمد رہنما اشرف علی
تا مدد در راہ باشد ہر گرا ‌ ‌ ‌ اسوت نیکو ہست با اشرف علی
ہمچناں کز فضل خود تو یا خدا ‌ ‌ ‌ دادی مارا پیشوا اشرف علی
تا قیامت ایں عطا از ما مگیر ‌ ‌ ‌ حشر ما ہم ساز با اشرف علی
ایں دعا از مصطفیٰ مقبول کن ‌ ‌ ‌ ہم زہرو ابستہ با اشرف علی

ـہ ٥ اشارہ بحدیث اسمار بنی آدم تنزل من السماء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً

حلیۂ اشرفی

ضرت والا کا مزاج دموی مائل بحرارت ہے آنکھوں میں سُرخ ڈورے اعضاء کی خوشنمائی سم کا تلزز اور دوہرا ہونا افعال کا اعتدال اسکے دلائل ہیں مزاج میں حرارت کچھ تو طبعی دہ ہے جیسا کہ دموی مزاج کا مقتضا ہے اور کچھ اس وجہ سے ہی کہ عنفوان شباب میں کسی یب نے سنکھیا کا دھواں پلایا تھا۔ اسی وجہ سے مبردات کا استعمال مفید اور مرغوب ہے رذکر الٰہی اور جوش محبت خداوندی نے اور حرارت میں اضافہ کر دیا ہے لیکن یہ حرارت چونکہ رارت غریبہ نہیں ہوتی۔ بلکہ حرارت غریزی کی بھی روح ہوتی ہے۔ اس واسطے بجائے یبوست ھانے کے لطافت مزاج اور قوت اور صحت ادراک اور سلامت فہم اور نورانیت حواس اور ن نفس اور اعتدال افعال کا باعث ہو گئی ورنہ جس قدر کام کہ اس عمر میں حضرت والا کے غ سے لیا گیا ہے قوی سے قوی خلقت کا آدمی بھی کرتا تو دماغ کبھی کا ختم ہو چکا ہوتا۔ اور ختلال حواس بلکہ جنون کی نوبت آجاتی اور حضرت والا کو دیکھئے کہ آج ایک دنیا کے نزدیک سلم ہے کہ ایسے صحیح الفہم اور سلیم الحواس آدمی کم ہوتے ہیں بعض انگریزوں نے بھی اسکو سلیم کیا ہے۔ حالانکہ حضرت والا خود فرماتے تھے کہ مجھکو ماں کا دودھ بہت کم ملا ہے

جس کا مقتضا یہ ہے کہ جملہ قوتیں کمزور ہوں۔ لیکن واقع اسکے خلاف ہے۔ بفضلہ تعالیٰ سب قویٰ بدرجہ اوسط اچھے ہیں۔ خوراک بالنظر الی القویٰ والصحۃ معتدل ہے۔ ہاتھ پیر کی قوت ا تن و توش سب معمولی درجہ سے بڑھے ہوئے ہیں۔ خصوصاً دماغ کی حالت تو ازبس قابل تعریف ہے وجہ یہی ہے کہ ذکر الٰہی کی حرارت (جو حضرت والا کی طبیعت ثانیہ بنگیا ہے) غیر طبعی نہیں ہوتی بلکہ حرارت غریزی سے بھی زیادہ مقوی ہوتی ہے اور موجب ازدیاد و پیدائش رطوبت غریزی بھی ہوتی ہے بلکہ مبدل مزاج ہوتی ہے۔ یہی وہ چیز ہے جس سے حضرت مخدوم شیخ علاء الدین صابر رحمۃ اللہ علیہ نے نوّے سال کی عمر پائی۔ حالانکہ غذا کی یہ حالت تھی کہ تمام عمر میں کئی سیر جو سے زیادہ نہیں کھائے۔ یہاں سے راز حدیث لا یزید فی العمر الا البر کا بھی سمجھ میں آتا ہے نیز اس کا کہ مومن میں باوجود قلت غذا کے (مصداق المومن یاکل فی معاء واحد والکافر یاکل فی سبعة امعاء) قوت کافر سے زیادہ ہوتی ہے۔ دینداری سے صحت پر اچھا اثر پڑنا ایسا مسئلہ ہے کہ اطباء بھی تسلیم کرتے ہیں کہ قانون شیخ میں ہے یجب ان تکون المرضعة حسنة الاخلاق محمودها بطیئة عن الانفعالات النفسانیة الردیئة من الغضب والغم والجبن وغیر ذالک فان جمیع ذلک یفسد المزاج یعنی بچہ کی پرورش کے لئے یہ بھی ضرور ہے کہ دودھ پلائی نیک اخلاق ہو انفعالات نفسانیہ غصہ اور غم اور بزدلی کا اثر اُس میں بہت کم ہو کیونکہ یہ سب صحت کو تباہ کرنیوالی چیزیں ہیں اور دوسرے مقام میں لکھتے ہیں وفی ذلک منفعتان احداهما فی نفسه بان ینشأ من الطفولة بحسن الاخلاق و یصیر ذلک له ملكة لازمة والثانية للبدن فانه کما ان الاخلاق الردیئة تابعة لانواع سوء المزاج فکذالک اذا حدثت عن العادة استتبعت سوء المزاج المناسب لها فان الغضب یسخن جدا والغم یجفف جدا والبلید یرخی القوة النفسانیة ویمیل المزاج الی البلغمیة ففی تعدیل الاخلاق حفظ الصحة للنفس والبدن جمیعا معا ترجمہ اس (بچہ کے اخلاق کی درستی میں) دو فائدے ہیں ایک روحانی کہ شروع ہی سے نیک عادت اُٹھے اور حسن اخلاق اُس کی طبیعت ثانیہ بن جاوے اور دوسرا فائدہ بدنی ہے کیونکہ جیسا کہ بُری عادات صحت کی خرابی کے بعد پیدا ہوتی ہیں (مثلاً صفرا کی زیادتی سے اُٹھ

اُٹھکر بھاگنا بکنا مارنا پیٹنا پیدا ہوجاتا ہی اور بلغم سے بزدلی وغیرہ وغیرہ) ایسے ہی جبکہ اخلاق
عادت سے پیدا ہوں (یعنی داخل طبیعت ہوجاویں) تو یہ بھی صحت کی تبدیلی کیلئے ایسے
تغیر کی طرف جو اُن اخلاق کی مشابہ ہو مستلزم ہیں چنانچہ غصہ کا عادی ہونا مزاج میں یبوست
بہت بڑھا دیتا ہے۔ اور دماغ سے کام نہ لینا قوت ادراک کو سُست کرتا اور مزاج کو بلغمی بنا
دیتا ہے تو تعدیل اخلاق روحانی صحت کی بھی حفاظت ہی اور بدن کی صحت کی بھی۔ بوعلی سینا
کے ان دونوں اقوال سے ثابت ہی کہ تہذیب اخلاق کو صحت جسمانی میں بڑا دخل ہی۔ . . . . .

. . . . جب مطلقاً تہذیب اخلاق کا یہ حال ہے جس کو
ب فلاسفہ اور ہر عقلمند بھی حاصل کرسکتا ہی تو جو تہذیب حقیقی اور صحیح معنوں میں ہو اُس کا حال ظاہر ہے
اریہ اسلامی تہذیب اور اہلِ تصوّف کی تہذیب ہی۔ جس کا لب لباب ذکر اللہ ہی۔ الغرض حضرت
اکے قویٰ بفضلہ تعالیٰ بہت اچھے اور ایک تندرست اور قوی الجثہ آدمی کیسے ہیں۔ قد میانہ
ب گندمی۔ بدن دوہرا۔ چہرہ گول اور بھرا ہوا۔ آنکھیں نہایت شرمیلی اندر سُرخ ڈورے۔ ابرو
ن وخمیدہ۔ دہن متوسط۔ بینی موزوں۔ لب رسیلے۔ ہاتھ قوی اور پر گوشت۔ بازو بھرے ہوئے
ں کے جوڑ بڑے بڑے اور اُبھرے ہوئے۔ گردن نہ بہت پتلی نہ بہت موٹی نہ بہت اونچی۔ سینہ
ں زیادہ۔ ہاتھوں کی اُنگلیاں نہ بہت لمبی نہ بہت موٹی نہ پتلی۔ ہتھیلیاں نہایت نرم۔ ڈاڑھی
ی ہوئی اور گنجان سیاہ رنگ۔ کچھ تھوڑے بال سفید۔ سر کے بال نہ بالکل سیدھے
ن گھنگر والے۔ آواز نہ بہت پست اور نہ اتنی بلند کہ ناگواری پیدا ہوجاوے بلکہ نہایت
یا اور مردانی ہے۔ خشوع اور جذبۂ محبت آواز سے ہی پیدا ہے۔ چلا کر بات کرنے کی عادت
بقدر ضرورت جہر کے ساتھ کلام فرماتے ہیں۔ وعظ میں تمام مجمع کو آواز پہنچتی ہے حتی کہ
لکہ بڑے جلسہ ۱۳۲۰ھ میں تخمیناً پینتیس ۳۵ ہزار آدمی کا مجمع تھا اور سب کو کم وبیش آواز پہنچتی
. . . سے اور چہرۂ مبارک میں اور آنکھوں میں نورانیت اور سرخی کی جھلک سے
یہا کیجے۔ ایک موقع پر کسی دل چلے نے تو یہ کہدیا کہ مولنا آپکو عورتیں
یں۔ چہرہ پر ایسا رعب ہی کہ جلدی کسی کی ہمت بات کرنے کی بھی
بے تکلفی اس قدر بڑھی ہوئی ہے کہ جو لوگ ہیبت کے مارے

بات کرتے ڈرتے ہیں وہ بات کرنیکے بعد دل سے جان نثار بن جاتے ہیں گویا من راٰہ بدیہۃ ہابہ واذا راٰہ احبہ کے پورے مظہر ہیں مجموعی حالت جسم کی خوش قطع واقع ہوئی ہے کہ جو لباس پہنیں وہ موزوں ہو جاتا ہے جس وضع اور حالت میں ہوں زیبائی یکساں ہی جس مجمع میں بیٹھ جاویں نظریں حضرت ہی کی طرف ہو جاویں۔ چال نہ بہت تیز ہے نہ بہت آہستہ اور جبکہ کوئی ہمراہی ہوتا ہے تو اُسکی رعایت چال میں ضرور فرماتے ہیں۔ تمام افعال میں اپنے مقابلہ میں دوسرے کی آسایش کو ترجیح دیتے ہیں جیساکہ معمولات کے بیان میں مفصل ذکر ہو چکا ہے۔ قدم نہ بڑے بڑے رکھتے ہیں نہ متصنعانہ چھوٹے چھوٹے۔ بناوٹ سے حضرت کی طبیعت ہی کو مس نہیں اور ترک لایعنی اس درجہ داخل طبیعت ہے کہ غور سے دیکھا جاوے تو چال ڈھال میں غرض تمام اقوال وافعال میں اور جملہ حرکات وسکنات میں کوئی جز وبھی ایسا نہ نکلیگا جو وجہ اور غائر وجہ سے خالی ہو اور جس میں شرعی اور عقلی دونوں قسم کی حکمت بلکہ متعدد حکمتیں نہوں یعنی لقب حکیم الامت حضرت والا کیلیے بالکل اسم بامسمی ہے۔ شعر۔

اے قبائے رہنمائی رہت بربالائے تو
علم وحکمت را شرف از گوہر والائے تو

جسکو سیماهم فی وجوههم من اثر السجود کا نظارہ دیکھنا ہو وہ حضرت کے چہرۂ مبارک میں دیکھ لے اور جس کو ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین کا ظہور ملاحظہ کرنا ہو وہ حضرت والا کے اقوال وافعال ومعمولات کو دیکھ لے اس سے زیادہ سے بندہ کی زبان عاجز ہے ؎

وصف او ہرگز نیاید در کلام
پس سخن کوتاہ باید والسلام

تقریظ

ھذا خطاب عزم رشدنا ومولنا شاہ اشرفعلی صاحب [illegible]
مطالعۃ المجموع ؎

مرحبا یا مصطفی یا مرتضی
صدر [illegible]

[illegible] صاحب [illegible] ترجمہ ایک
[illegible] ہی سے نیک عادت
[illegible] فائدہ بدنی ہے کیونکہ
[illegible] کی زیادتی سے اٹھ